خصوصی اشاعت

دار العلوم مجیبیہ کا ترجمان

سہ ماہی مجلّہ

لوح و قلم

پھلواری شریف، پٹنہ

مدیر

محمد منہاج الدین مجیبی

دارالعلوم مجیبیہ پھلواری شریف، پٹنہ

پھلواری شریف کے اکابر بزرگوں اور اولیاء اللہ کی یادگار ہندوستان کی قدیم درسگاہ ہے۔ اس کی علمی خدمات پونے تین صدیوں پر پھیلی ہوئی ہے۔ دارالعلوم مجیبیہ اپنے سن قیام سے لے کر آج تک تواتر و تسلسل کے ساتھ علوم اسلامی کی ترویج و اشاعت میں لگا ہوا ہے۔ کسی دور میں تعلیم و تدریس کا سلسلہ موقوف نہیں ہوا۔ ابتدائی فارسی درجات سے لے کر عربی کے آخری درجات، دورۂ حدیث تک یہاں تعلیم دی جاتی ہے۔ اور قرآن کریم کے حفظ و قرأت کی تعلیم میعاری طریقے پر ہوتی ہے۔ بچوں کو اردو، ناظرہ قرآن پڑھانے کا بھی انتظام ہے۔ تمام بیرونی طلبا کے لئے قیام و طعام، کتابیں اور دیگر سہولیات کا اہتمام دارالعلوم ہٰذا کی طرف سے مفت ہوتا ہے۔

اس لئے اہلِ خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ صدقات، زکوٰۃ، عطیات اور دیگر مواقع پر دارالعلوم مجیبیہ کو فراموش نہ کریں، مالی امداد پہنچا کر عند اللہ ماجور و مثاب ہوں۔ یہ قدیم درسگاہ آپ کے تعاون کی مستحق ہے۔

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر صرف دارالعلوم مجیبیہ لکھیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہوالفرد　　المجیب　　ولی النعمتہ

"لوح بھی تو قلم بھی تو تیرا وجود الکتاب"

دارالعلوم مجیبیہ کا ترجمان

سہ ماہی

لوح و قلم

پھلواری شریف، پٹنہ

دینی، علمی، ادبی و اصلاحی مجلّہ

ماہ: اپریل، مئی، جون ۲۰۰۲ء

ماہ: صفر، ربیع الاول، ربیع الآخر ۱۴۲۳ھ

مدیر: محمد منہاج الدین مجیبی

ادارۂ تحریر

محمد آیت اللہ قادری
مولانا خواجہ عبد الباری
محمد مقصود عالم راہی

جلد نمبر ﴿۱﴾	شمارہ نمبر ﴿۲﴾
زرِ تعاون.....	
فی شمارہ	۰۸/- روپئے
خصوصی شمارہ	۱۰/- روپئے
سالانہ	۳۰/- روپئے
سالانہ بذریعہ ڈاک	۴۵/- روپئے

ترسیل زر کا پتہ:- ایڈیٹر لوح و قلم، دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ،
پھلواری شریف، پٹنہ: 801505 (بہار) فون نمبر: 250305
Email : al_mujeeb@yahoo.com

شعبہ نشرواشاعت

دارالعلوم مجیبیہ خانقاہ

پھلواری شریف، پٹنہ، بہار (الہند)

کتابت:- Media Computer, Makhdoom Rasti Nagar, Phulwari Sharif, Ph : 251116

فہرست مضامین

لمعات	ادارہ	۳
گوشۂ اہل عرفاں		
☆ امام ملت ودین آفتاب شہر ودیار (۱)	مولانا شاہ ہلال احمد قادری صاحب	۷
آثار علمیہ		
☆ اخلاق حمیدہ یا خلقِ محمدی ﷺ	حضرت فیاض المسلمین قدس سرہ '	۲۱
ادبیات		
☆ نعت	جناب جمال احمد صاحب جمالؔ	۵۱
☆ قطعات	جناب محمد ناظم اجنبیؔ	۵۱
☆ منقبت حضرت مولانا رسولنما بنارسی قدس سرہ '	جناب عاطفؔ پھلواروی	۵۲
☆ منقبت حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ	ماخوذ " الوارث "	۵۲
مکاتیب		
☆ تأثرات	رضوان اللہ آروی صاحب	۵۳
☆ تأثرات	حکیم فضل اللہ قادری صاحب	۵۴
☆ تأثرات	وجاہت اللہ خان صاحب وجیہی	۵۴
کوائف وحالات	ادارہ	۵۵

لمعات

ادارہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اس ملک کو آزاد ہوئے پچاس برس سے زائد ہوگئے، لیکن مسلمانوں کو اس ملک میں آزادی کا ایک لمحہ اور سکون کی ایک سانس نصیب نہیں ہوئی ہے، جبکہ ملک کی آزادی اور اس کی تعمیر وترقی میں مسلمان برابر کے شریک رہے ہیں اس کا صلہ ان کو ظلم، ناانصافی اور مذہبی حقوق کی پامالی کی صورت میں مل رہا ہے۔

مسلمان اس نصف صدی میں اب تک جو مصائب جھیل چکے ہیں وہ ایسی داستان الم ہے جو خونِ جگر سے ہی لکھی جا سکتی ہے اور لکھی جا رہی ہے، ابھی ابھی گجرات کے فساد میں مسلمانوں کے جان و مال کی تباہی و بربادی اتنے بڑے پیمانے پر ہوئی ہے کہ آزاد اور سیکولر ہندوستان میں مسلمانوں کے ساتھ ہونے والی خوں ریزی میں یہ سب سے بڑھ کر ہے۔ مرد، عورت، بوڑھے بچے بے دردی سے قتل کیے گئے اور زندہ جلا دیئے گئے، مسلمانوں کی کروڑوں کی املاک لوٹ لی گئیں، اس مسلم کش فساد میں مساجد کو بھی نشانہ بنایا گیا، گجرات میں خون کی ہولی کھیلی جاتی رہی، شہر جلتا رہا اور حکومت خاموش تماشائی بنی رہی، شر پسندوں کو کھلی چھوٹ دے دی گئی، ستم یہ کہ اس کو گودھرا کا ری ایکشن کہا گیا اور بالائے ستم یہ کہ اس ری ایکشن کو حق بجانب قرار دیا گیا۔ تادمِ تحریر فساد کی آگ سرد نہ ہوئی ہے، گجرات کے افق پر خونِ مسلم کی سرخی بڑھتی جا رہی ہے، اور ابھی تک انتظامیہ اس پر قابو نہیں پا سکی ہے یا قابو پانا نہیں چاہتی۔ گجرات میں مسلمان جانی اور مالی دونوں اعتبار سے تباہ کر دیئے گئے، مگر فرقہ پرستوں کی خون آشامی ابھی تک ختم نہیں ہوئی ہے، فساد کے شعلے دوسرے شہروں تک بھی پہنچ چکے ہیں، ان لوگوں کا **قصور کیا تھا**؟ کون سا جرم کیا تھا ان بیچاروں نے؟ کہ ان کو اس درندگی اور سفاکی کے ساتھ ہلاک کیا گیا، اپنے تو اپنے غیر بھی اس انسانیت سوز مظالم پر چیخ اٹھے، فرقہ پرستوں کی نگاہ میں ان کا مسلمان ہونا ہی جرم ہے، اس

لئے ان کے جان و مال کی کوئی اہمیت نہیں ہے، اور ابھی تک لٹے پٹے خانماں برباد مسلمانوں کی راحت رسانی کا کام بھی سرکاری سطح پر نہیں ہو رہا ہے۔

کہاں ہیں مدارس پر دہشت گردی کا الزام لگانے والے؟ گجرات میں ہزاروں ہندوستانیوں کا قتل ہو گیا۔ ہزاروں بے گھر کر دیئے گئے اتنی بڑی ہونے والی دہشت گردی کسی آنکھ والے کو نظر نہیں آ رہی ہے؟ مظلوموں کی آہ و فغاں سے سب کے کان بہرے ہو گئے ہیں۔ قاتل ... شہر میں دندناتے پھر رہے ہیں، مگر زبان کسی کے منہ میں نہیں ہے؟ **صم بکم عمی فھم لا یعقلون** فساد فی الارض ہی جن کا مقصد ہو، مسلم کشی ہی جن کا مذہب ہو، ان سے انسانیت کی توقع فضول ہے۔ مسلمانوں کو سمجھ لینا چاہئے کہ ہندوستان میں ان کے ساتھ جتنی ناانصافیاں ہو رہی ہیں وہ ان کے مسلمان ہونے ہی کی وجہ سے ہو رہی ہیں۔ تو کیوں نہ وہ خود کو مومن کامل بنا لینے کی کوشش کریں۔ ان کے لئے یہی ایک راہ رہتی ہے کہ اللہ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں، اختلافات بھلا کر متحد ہو جائیں اور اپنے اعمال واخلاق کی اصلاح کر لیں۔ قدرت مکافات عمل کے طور پر کبھی ظالموں کو مسلط کر کے عذاب میں مبتلا رکھتی ہے اور کبھی آسمانی آفات کی صورت میں عذاب نازل کرتی ہے۔ **ان بطش ربك لشديد**☆

حکومت سیکولرزم اور جمہوریت کے دعووں کے باوجود اس ملک میں اقلیتوں کے جان و مال کو ابتک تحفظ فراہم نہیں کر سکی ہے، ابھی گجرات کا خون آشام فساد ختم بھی نہیں ہوا تھا کہ فرقہ پرست تنظیموں نے اجودھیا میں شیلا پوجن کا شاخسانہ کھڑا کر کے پورے ملک میں آگ لگانی چاہی تھی۔ جس پر عدالت کے منصفانہ فیصلے سے مجبور ہو کر حکومت کو پابندی لگانی پڑی۔ **کلما او قدوا ناراً للحرب اطفا ء ھا اللہ** ، عدالت عالیہ اگر اسی طرح انصاف کے تقاضے پوری کرتی رہی تو وطن دشمن تنظیموں کو بدامنی پھیلانے کا موقع نہیں ملے گا۔ حکومت کو چاہئے کہ عدالت کے وقار کو برقرار رکھے اور اسکے فیصلوں پر سختی سے عمل کرے۔ ہندوستان شروع سے مختلف مذاہب کے ماننے والوں سے آباد رہا ہے، ان کے درمیان حکومت کو یکجہتی اور رواداری پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ نہ کہ جانبداری سے کام لیکر ظلم کی حمایت

کرنی چاہئے۔ اس سے ملک کی سلامتی خطرے میں پڑسکتی ہے۔ حکومت کو چاہئے کہ فرقہ پرست جماعتوں پر پابندی لگائے۔ جو کھلی قانون شکنی کرتے رہتے ہیں، اور جمہوری آئین کا مذاق اُڑاتے ہیں۔

مسلمانوں کے لئے اس ملک کے حالات انتہائی فکر انگیز ہیں۔ مسئلہ صرف انکے جان ومال کے تحفظ کا نہیں ہے بلکہ ان کا ایمان، ان کی مذہبی پہچان اور ان کی اسلامی تہذیب سب معرض خطر میں ہیں۔ ان کے دینی اور تہذیبی سرمائے ان کی آئیندہ نسل تک پہنچ بھی سکیں گے یا نہیں ؟ مسلم دُشمنی میں ایک طرف پوری قوم اُٹھ کھڑی ہوئی ہے، دوسری طرف مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ ان کا اتحاد قومی اور ان کی جمعیت ملی کسی بوڑھے کی جوانی کی طرح رخصت ہو چکی ہے۔ مسلمانوں کو ان کے ”جرم ضعیفی“ کی سزا ”مرگ مفاجات“ کی صورت میں مل رہی ہے۔ اس سے زیادہ باعث ننگ کیا بات ہو سکتی ہے کہ فرزندان توحید کا شیرازہ بکھر جائے۔ اور اصنام پرست زُنار مند اپنی بکھری ہوئی جمعیت مضبوط کرلیں ۔

دیکھ مسجد میں شکست رشتۂ تسبیح شیخ　　اور بت کدے میں برہمن کی پختہ زُناری بھی دیکھ

اَلَمْ یَانِ لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوبُهُمْ لِذِکْرِ اللّٰهِ ۔ اَللّٰهُمَّ اَصْلِحْ ذَاتَ بَیْنِهِمْ وَاَلِّفْ بَیْنَ قُلُوْبِهِمْ اَللّٰهُمَّ الْعَنِ الْکَفَرَةَ الْفَجَرَةَ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِکَ وَیُکَذِّبُوْنَ رُسُلَکَ وَیُقَاتِلُوْنَ اَوْلِیَاءَ کَ اَللّٰهُمَّ خَالِفْ بَیْنَ کَلِمَتِهِمْ وَزَلْزِلْ اَقْدَامَهُمْ

اس شمارے میں سیرت طیبہ پر ایک مبسوط اور جامع مقالہ بھی پیش کیا جا رہا ہے۔ سیرت نبوی ﷺ پر یہ متبرک تحریر ایک ایسے بزرگ کے قلم سے ہے۔ جن کی پوری زندگی اتباع سنت نبوی میں گزری، جو اپنے اخلاق میں خلق نبوی کا نمونہ اور اخلاص وللہیت اور زہد وورع میں قرن اول کی تصویر تھے، اس مقالے میں سیرت نبوی کا عطر کھنچ کر آ گیا ہے۔ سیرت نگار نے اپنے موئے قلم سے خلق نبوی کی تصویر کھینچ دی ہے، اور اپنے عشق صادق سے اس میں رنگ بھرا ہے۔ قارئین اس مقالے میں سیرت نبوی کی جامعیت، حب نبوی کا سوز اور زبان

و بیان کی دلفریبی محسوس کرینگے۔ اور ایسا کیوں نہ ہو کہ
ع ذکر اس ”پری وش“ کا اور زبان انکی

الحمدللہ کہ ”لوح و قلم“ کا دوسرا شمارہ آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے۔ موقع کی مناسبت سے اس شمارے میں خانقاہ مجیبیہ کے معمار ثانی، سجادۂ ہدایت وارشاد کے مرشد ربانی ، سر حلقۂ ارباب حقائق و معانی، مسلمانان بہار کے امیر ومقتدا امام قوم معمار ملت حضرت مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قدس سرہ کے علمی وروحانی خدمات کا تعارف پیش کیا جارہاہے۔ حضرت اقدس کی وفات صفر کے مہینے میں ہوئی تھی۔ یہ شمارہ ماہ صفر کو بھی شامل ہے ۔ حضرت اقدس کی تعلیمات اور آپ کے افادات عصر حاضر میں قوم وملت کے لئے رہنما ہیں۔ ضرورت ہے کہ ان کو قوم کے سامنے پیش کیا جائے ،اس لئے آپ کے ذاتی حالات کے بجائے صرف علمی وروحانی خدمات اور افکار و تعلیمات کا جائزہ لیا گیا ہے۔ چونکہ یہ موضوع ایک شمارے کے محدود صفحات میں سمانہیں سکتا، اسلئے آئندہ بھی یہ سلسلہ جاری رہیگا ۔

ہم قارئین کے شکر گزار ہیں۔ کہ انہوں نے ”لوح و قلم“ کی پذیرائی کی اور اسے ہاتھوں ہاتھ لیا، تحسین کے خطوط بھی ہمیں موصول ہوئے، ان سب کو صفحات کی تنگ دامانی کے سبب ہم پیش نہیں کر سکتے ہیں۔ ایک دو مکتوب حسب گنجائش شامل کر لئے گئے ہیں۔

ہم قارئین ”لوح و قلم“ کے ذوق مطالعہ اور ادب نوازی سے امید کرتے ہیں کہ ان کا تعاون زیادہ سے زیادہ ملتا رہے گا، تاکہ ہم پرچے کے ظاہری و معنوی وزن میں اضافہ کر سکیں ۔ یہ قارئین کے توجہ و تعاون ہی کا نتیجہ ہے کہ اس شمارہ کے صفحات میں ہمیں اضافہ کرنے کا موقع ملا، پرچہ آپ کے ہاتھوں میں ہے، ہم آپ کی دوسری رائے کے منتظر رہیں گے۔

” لوح و قلم “ کا دوسرا شمارہ طباعت کے مرحلے سے گذر رہا تھا کہ ایک اندوہناک خبر ملی کہ قاضئ شریعت مولانا مجاہدالاسلام قاسمی صاحب رحلت فرماگئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔ قاضی صاحب کی وفات کا سانحہ ایک خاندان یا ایک ادارہ کا نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا دینی و علمی خسارہ ہے۔

ادارہ لوح و قلم انکے عزیز واقارب ومتعلقین کے رنج و غم میں برابر کا شریک ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ انکی مغفرت فرمائے۔ اور انکی مدارج کو بلند فرمائے۔ (آمین)

حضرت اقدس مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہ

(۱) ”امام ملت ودین آفتاب شہر ودیار“

حضرت مولانا سید شاہ ہلال احمد قادری

بایزید اندر خراساں یااویس اندر قرن — عمرہا باید کہ تایک مردِ حق پیدا شود

لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن — قرنہا باید کہ تایک سنگ اصلی ز آفتاب

حضرت اقدس سیدنا الامام بدر الکاملین مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری پھلواروی قدس سرہ کی شخصیت تیرہویں صدی ہجری کے علماء ومشائخ میں بڑی نمایاں اور ممتاز رہی ہے۔ ۱۳۴۳ھ مطابق ۱۹۲۳ء میں حضرت کے وصال کے بعد مولانا حکیم سید محمد شعیب رضوی پھلواروی نے ”غم پر ملال“ کے تاریخی نام سے حضرت کے آخری حالات قلمبند کئے تھے۔ اس کتاب کی اشاعت پر علامہ سید سلیمان ندوی علیہ الرحمۃ نے معارف میں حسب ذیل تبصرہ کیا تھا۔

> ”مسلمانوں کے اس دور تنزل میں حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحب پھلواروی امیر شریعت اول صوبہ بہار ایک مقدس بزرگ تھے، جو علمائے سلف کے نقش قدم پر چلتے تھے، اگر وہ ایک وقت گوشۂ خلوت میں مصروف عبادت ہوتے، تو دوسرے وقت کتابوں کے حلقے میں جلوہ فرما ہوکر مطالعہ فرماتے تھے۔ مذہبی خدمات کی انجام دہی میں یہ شغف تھا کہ اپنی کبر سنی کے باوجود امارت شرعیہ کی ذمہ داری اپنے دوش مبارک پر اُٹھائے ہوئے تھے، آج مسلمانوں کے لئے ایسے مقدس بزرگوں کے سوانح حیات کے ایک ایک خدوخال کی ضرورت ہے، کہ وہ اپنی زندگی میں اسے رہبر بناکر بصیرت حاصل کریں۔[1] الخ“

ان سطور میں حضرت اقدس کے علمی واصلاحی کارناموں کو پیش کرنے کی سعی کی گئی ہے۔

---

[1] معارف ماہ جمادی الاول ۱۳۴۴ھ مطابق ماہ دسمبر ۱۹۲۵ء جلد ۱۶ شمارہ ۶۔

آپ اپنے زمانے میں علم و عرفان اور فقہ و تصوف کے امام تھے۔ دین وملت کی آبرو آپ سے قائم تھی۔ آپ کے علمی و روحانی فیوض وبرکات سے مسلمانان ہند نصف صدی تک مستفیض ہوتے رہے۔ شخصیت کا ایک اور پہلو آپ کی قومی وملی قیادت ہے، اس وصف میں بھی آپ امتیاز خاص کے حامل تھے، شخصیت کا تیسرا پہلو آپ کے اخلاق عالیہ کے وہ روشن گوشے ہیں، جو اصلاً خلق نبوی ﷺ کا آئینہ ہیں ؎

زعکس مہر رویت بذر گردم　　ہمیں امید دارم یا محمد

فطرت سلیمہ کے ساتھ خاندانی اثرات اور موروثی رجحانات کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا، حضرت اقدس پیدائشی طور پر سلیم الفطرت اور سلیم القلب تھے، جس کو حدیث میں بطنی سعید کہا گیا ہے۔ آپ کے والد ماجد حضرت مولانا سید شاہ محمد شرف الدین قادری قدس سرہ عارف کامل اور عالم متبحر تھے اور شیخ وقت بھی تھے، آپ کے اجداد صدیوں سے ہندوستان میں فقہ و تصوف کی امامت وقیادت کرتے چلے آرہے تھے، حضرت اقدس کی پیدائش ۲۷ جمادی الآخر ۱۲۶۸ھ مطابق ۱۸ اپریل ۱۸۵۲ء میں بروز یکشنبہ ہوئی، اپنے والد کے خلف وحید تھے، خاندانی وموروثی اثرات، فطرت سلیمہ اور والدگرامی کی تربیت و تعلیم سے سات برس کی عمر میں نماز و وضو وغیرہ کے تمام مسائل سے واقف ہوچکے تھے اور اسی عمر سے نماز جماعت کے پابند ہوگئے تھے، آپ کے والد ماجد اپنی یادداشت میں خود تحریر فرماتے ہیں۔

> در عمر ہفت سالگی بحمد اللہ از ضروری مسائل وضو و نماز واقف گردید نماز بر خود لازم گرفت وبہر پنج وقت در جماعت شریک می شود الحمدللہ اللهم لك التوفيق انت خير رفيق و بحمدالله خالق العالم وبوسيلة النبی الهاشمی اشرف بنی آدم عليه وآله الصلوٰة والسلام الا تمان اکملان (سات سال کی عمر میں بحمد اللہ وضو و نماز کے ضروری مسائل سے واقف ہوچکے ہیں اور نماز کی پابندی خود پر لازم کرلی ہے اور پانچ وقت جماعت میں شریک ہوتے ہیں۔

درسیات کی تمام کتابیں اپنے والد ماجد سے پڑھیں۔ وہ سفر میں بھی آپ کو اپنے ساتھ رکھتے تھے، جب آپ نے عقائد نسفی شروع کی تو والد ماجد نے آپ کے لئے اس کی شرح لکھی، جو لُبُّ العقائد سے موسوم ہے، یہ عقائد نسفی کی مختصر اور جامع عربی شرح ہے، غیر مطبوعہ ہے، اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ آپ کے والد گرامی نے آپ کی تعلیم کی طرف پوری توجہ مبذول رکھی تھی۔ کبھی جب والد ماجد کے ساتھ شریک سفر نہیں ہوتے تھے تو حضرت مصباح الطالبین مولانا شاہ علی حبیب نصرؔ قدس سرہ سے پڑھتے تھے، ۱۲۸۹ھ میں آپ کے والد مکرم نے رحلت فرمائی تو تعلیم کی تکمیل حضرت نے اپنے پیرومرشد حضرت نصر قدس سرہ سے کی۔ بخاری شریف ان ہی سے پڑھی، ۱۲۸۵ھ میں جب حضرت مولانا شاہ آل احمد محدث مدنی مہاجر جو آپ کے والد کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے حضرت نصر قدس سرہ کی دعوت پر مدینہ طیبہ سے تشریف لائے، تو آپ نے ان کو حصن حصین سنائی اور اسکی سند لی، تجوید کا فن آپ نے ان ہی سے سیکھا۔

اجازت حدیث آپ کو خاندان کے بزرگوں سے پہنچی تھی اور سفر حج کے موقع پر حرمین شریفین کے مختلف علماء و محدثین سے حدیث کی اجازت لی تھی، شاعری اور فن عروض میں آپ کو اپنے خلیرے چچا حضرت مولانا شاہ وصی احمد پھلواروی سے تلمذ تھا۔

۳؍ ذی الحجہ ۱۲۸۹ھ میں اپنے والد ماجد کی وفات کے بعد اپنے جد اعلیٰ حضرت مخدوم شمس الدین جنید ثانی قدس سرہ (۱۲۷۰ھ) کے سجادہ پر فائز ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر اکیس سال تھی، اس سے قبل پندرہ سال کی عمر میں حضرت قطب الارشاد مصباح السالکین شیخ الاسلام شاہ علی حبیب نصرؔ محدث پھلواری زیب سجادہ مجیبی قدس سرہ سے قادریہ سلسلہ میں بیعت کر چکے تھے، جو آپ کے خسر تھے۔ اور آپ کے والد ماجد کے سگے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ مرشد گرامی کو آپ سے بڑی محبت تھی۔ آپ کے والد کے انتقال کی جس وقت ان کو خبر ملی تھی آپ کو گلے لگا کر فرمایا تھا کہ غم نہ کرو میں تمہارا باپ ہوں۔ خانقاہ جنیدیہ کی جانشینی کے وقت آپ کے پیرومرشد نے خود اپنے دست مبارک سے آپ کو خرقہ پہنایا تھا، اس وقت تبرکات میں کمربند نہیں تھا۔ حضرت نے اپنا کمربند کھول کر آپ کی کمر میں باندھا اور یہ شعر پڑھا۔

گر خدمت حق مردانہ کمر بندی ۔ بخشد بہ تو ہر لحظہ تاج وکمرے دیگر

اور اپنی تسبیح آپ کے ہاتھ میں دی۔ یہ مرشد گرامی کی طرف سے بڑا اعزاز تھا اور توجہ خاص کا اظہار بھی، شاید وہ قبولیت کی ساعت تھی، کہ مرشد کی زبان سے نکلا ہوا یہ شعر آپ کے حق میں پیش گوئی ثابت ہوا۔ اور اپنے وقت پر آپکی قبولیت عامہ اور مرجعیت تامہ کی صورت میں اس کا ظہور ہوا۔ (غم پُر ملال و آثارات)

بیعت کے بعد اکتساب باطن میں مصروف ہوئے تو اس کے فوائد و اثرات بہت تیزی سے ظاہر ہونے لگے۔ آپ کے اذکار و اشغال کے انوار سے خانقاہ کی فضا معمور رہنے لگی۔ بعض اہل نظر اور اہل بصیرت کو اس کا ادراک ہوا۔ چنانچہ خاندان کے ایک معمر بزرگ حضرت مولانا شاہ یحیٰ قدس سرہ نے جو حضرت تاج العارفین شاہ مجیب اللہ قادری قدس سرہ کے پر پوتے تھے۔ اور اپنے جد محترم حضرت مخدوم شاہ نعمت اللہ قدس سرہ کے تربیت یافتہ تھے، فرمایا کہ آج کل میں خانقاہ میں ایسے انوار محسوس کر رہا ہوں جیسے حضرت شیخ العالمین کے زمانے میں محسوس ہوتے تھے، پھر آپ سے مخاطب ہو کر کہا کہ معلوم ہوتا ہے کہ آپ اذکار کی مشق کرتے ہیں۔ (غم پُر ملال)

حضرت اقدس خود فرماتے تھے کہ جب میں نے اپنے پیر و مرشد سے طریقت کی تعلیم شروع کی تو مجھ کو کبھی ان تعلیمات کو سمجھنے میں دشواری نہیں ہوئی، بعض تعلیمات تو ایسی تھیں جو متبدی سالک کے فہم سے اونچی تھیں، لیکن یہ میرے شیخ کا تصرف تھا کہ میں وہ بھی بآسانی اخذ کر لیتا تھا۔ (غم پُر ملال)

حضرت اقدس نے بر سبیل تذکرہ فرمایا کہ حضرت شاہ علی حبیب نصرؔ قدس سرہ ایک مرتبہ آپ کے ساتھ ایک اور صاحب کو کوئی ذکر بتا رہے تھے، لیکن ان سے وہ ذکر ادا نہیں ہو رہا تھا، اس ذکر میں سر کو جس طرح گردش دینی تھی وہ ان سے نہیں ہو رہی تھی۔ حضرت نے آپ سے ذکر کرنے کو فرمایا، آپ نے ذکر کر کے دکھایا۔ حضرت نصرؔ قدس سرہ نے فرمایا کہ بدرالدین کو دیکھو وہ کیسے کرتے ہیں۔ اُن صاحب نے کہا آپ اتنی آسانی سے کیسے گردن گھما لیتے ہیں، حضرت نصرؔ نے فرمایا کہ ان کی گردن تو سات پشت سے ذکر کی عادی ہے، تم ابھی نو گرفتار ہو۔ (غم پُر ملال)

اکتسابِ باطن کے بعد حضرت شیخ الاسلام شاہ علی حبیب نصرؔ قدس سرہ نے آپ کو اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا۔ اور اپنے مریدوں کی تعلیم باطنی آپ کے سپرد کی۔ مجلس سماع میں مرشد کی طرف سے آپ قصد وافاضہ کے بھی پورے مجاز تھے۔ شیخ و مرشد کی حیات میں برابر ان کی نیابت کرتے رہے۔ شیخ و مرشد کے وصال کے بعد مرشد زادے کی باطنی تعلیم وتربیت آپ ہی نے کی اور ان کو سجادہ مجیبی پر جانشیں کیا۔

اکتالیس سال کی عمر میں بتاریخ ۷، ذی الحجہ ۱۳۰۹ھ میں دوسرے مرشد زادے شاہ عین الحق صاحب کی ترک سجادگی کے بعد آپ خانقاہ مجیبیہ کے سجادہ نشیں منتخب ہوئے، کیونکہ آپ کے سوا کوئی دوسرا اس منصب کا اہل نہیں تھا۔ آپ حضرت پیر مجیب رضی اللہ عنہ کی اولاد اناث میں بھی تھے۔

حضرت مولانا وارث رسولنما بنارسی قدس سرہ نے ایک بار حضرت تاج العارفین سے فرمایا تھا کہ میرے سلسلے میں ایک بدیع العصر (نادر روزگار) پیدا ہوگا (تذکرۃ الکرام)۔ راقم اثم نے اپنے مستند بزرگوں سے سنا ہے کہ وہ بدیع العصر موعود حضرت فیاض المسلمین شاہ بدرالدین صاحب کی ذات گرامی تھی۔ ان صفحات میں چونکہ حضرت اقدس کے ذاتی حالات کی تفصیل بیان کرنی مقصود نہیں ہے، اسلئے اسی اختصار پر اکتفاء کرنی پڑ رہی ہے۔ اس اجمال میں تفصیل پنہاں ہے۔ اہل نظر اس کا اندازہ کر سکتے ہیں۔ ہمارا اصل مقصود علمی اور عملی کارناموں کا تعارف پیش کرنا ہے۔

حضرت اقدس نے جب سجادہ ہدایت پر قدم رکھا تو مسلمانوں کے تزکیۂ نفس، تطہیر باطن اور درستگی اخلاق کی طرف پہلے توجہ فرمائی۔ آپ کی روحانی کشش اور جلالت علمی نے عوام و خواص سب کو اپنی طرف کھینچا، اور آپ کی ذات علماء و مشائخ، عوام و خواص سب کے لئے مرکز ثقل بن گئی۔ تعلیم و تربیت کے لئے مستفیضین کی ایک جماعت ہمیشہ آپ کی خدمت میں رہتی تھی۔ دور دور سے آکر لوگ اصلاح نفس کے لئے تعلیم لیتے تھے۔ روزانہ دس بجے دن میں آپ کا حجرہ کھول دیا جاتا تھا۔ طالبین و سالکین حسب دستور آپ کی تعلیم و صحبت سے فیضیاب ہوتے تھے۔ وَاِذَا رُؤُا ذُكِرَاللّٰهُ کا مشاہدہ ہوتا تھا، آپ کے نورانی چہرے پر نظر پڑنے ہی

سے نہ جانے باطن کی کتنی گرہیں کھل جاتی تھیں۔

حضرت اقدس کی مجلس درس وافادہ میں تصوف کی کتابوں کا باقائدہ درس ہوتا تھا، جس میں طریقت کی گرہیں کھلتیں، حقائق ومعارف کے اسرار منکشف ہوتے تھے۔ تہذیب نفس کے اصول ودستور سکھائے جاتے تھے۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد منیری قدس سرہ کی کتاب مکتوبات صدی برسوں سبقاً سبقاً پڑھائی جاتی رہی۔ منتہی سالکوں کو ملفوظات حضرت رسولنما بنارسی قدس سرہ کی تعلیم دیتے تھے۔ خود حضرت اقدس کی تصنیف ''الباقیات الصالحات'' متوسلین حضرت کو پڑھ کر سناتے تھے، خواص کے سامنے حضرت مضامین کی تشریح فرماتے تھے۔ ''حصن حصین'' ''دلائل الخیرات'' ''حزب البحر'' سنا کر لوگ اس کی اجازت لیتے تھے۔ حزب البحر کی اجازت بے شمار لوگوں نے لی، ان میں حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی جیسے عالم محقق بھی اور حضرت مولانا فاخر الہ آبادی جیسے صاحب خانقاہ وسلسلہ بھی تھے۔ ان حضرات کو تحریری اجازت دی گئی تھی، سفر حج میں حرمین شریفین کے متعدد علماء ومشائخ نے آپ سے سلسلہ قادریہ قمیصیہ اور اس کے بعض اذکار کی اجازت لی تھی۔ اور آپ نے ان سے حدیث کی اور دیگر سلسلوں کی اجازت لی تھی، شمس العلماء خواجہ حسن نظامی علیہ الرحمۃ نے آپ سے تمام سلسلوں کی اجازتیں پائی تھیں۔[۱] اور طریقت میں آپ سے رجوع کیا تھا، تربیت باطنی میں اکثر آپ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ اپنے بعض متعلقین کے لئے بھی تعلیم کی درخواست کی تھی، حضرت نے ان کو اذکار تلقین فرمائے تھے۔

تعلیمات طریقت اور تربیت باطنی میں حضرت اقدس کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اس کا اندازہ ان مکتوباتِ مبارکہ سے ہوتا ہے جو آپ نے متوسلین کے نام لکھے ہیں۔ چونکہ ان تعلیمات کا اظہار عوام کے سامنے یعنی غیر سالک کے سامنے آپ کے نزدیک مصلحت کے خلاف تھا، اس لئے ہم بھی اس کی تفصیل سے صرف نظر کرتے ہیں۔ طریقت کے سالکوں کے لئے آپ کی ہدایت تھی کہ

---

[۱] دیکھئے ''تصوف رسم اور حقیقت'' مرتبہ خواجہ حسن ثانی نظامی۔

از تلمذ علمائے غیر مشرب کہ بظاہر راہ سنت پویند وبر اسلاف صالحین سب وشتم کنند و فضل خود بر اوشاں می جویند، پرہیز دارند۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبت طالح ترا طالح کند

فالحذر کل الحذر[1]

علماء غیر مشرب کی شاگردی سے جو بظاہر راہ سنت اختیار کئے ہوتے ہیں اور اسلاف صالحین پر سب وشتم کرتے ہیں اور ان پر اپنی برتری ظاہر کرتے ہیں، پرہیز کریں۔

صالح (نیک) کی صحبت تم کو صالح بناتی ہے اور برے کی صحبت تم کو برا بنائیگی۔

جامع معقول ومنقول مولانا سید عبدالحمید استاد مدرسہ حمیدیہ دربھنگہ، علیہ الرحمہ کو تعلیمات اذکار کی تلقین کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

بہترین مجاہدہ آنست کہ خلاف نفس کار کردہ شود و بوقت ذکر وفکر خاطر مجتمع داشتہ شود ودل را تماماً بسوئے حق تعالیٰ متوجہ گردانیدہ شود، اگر خطرات وخیال آیند آں را دور کردہ شود کہ معنی مراقبہ ہمین است کہ دل را از خیال ویاد غیر حق محفوظ دارد ونگہبان کند[2]

بہترین مجاہدہ یہ ہے کہ نفس کے خلاف کام کیا جائے اور ذکر وفکر کے وقت خاطر جمع رکھا جائے، اور دل کو پورے طور پر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ رکھا جائے، اگر دل میں خطرات وخیالات پیدا ہوں تو ان کو دور کیا جائے کیونکہ مراقبہ کا معنی یہی ہے کہ دل کو یاد غیر حق سے محفوظ رکھیں۔

طالب اور سالک میں استعداد وصلاحیت کی کمی وبیشی ایک فطری امر ہے، لیکن ارادے کی قوت اور ہمت کی بلندی عرفان حق کی اس دولت بیدار تک اس کو پہنچادیتی ہے، جس میں وہ پورے محنت ولگن سے کوشش کرتا ہے۔ جو لوگ اذکار واشغال کے فوائد وثمرات حاصل نہ ہونے کی شکایت کرتے تھے، ان کو محنت اور جد وجہد کا شوق دلاتے تھے، ان سے آپ یہ بھی فرماسکتے تھے کہ اس زمانے میں جتنا حاصل ہو جائے غنیمت ہے، جیسا کہ عام طور پر اس طرح کی بات کہ دی جاتی ہے، لیکن اس کے بجائے آپ ان کی فکر کو بلند کرنے کی کوشش فرماتے تھے، اس سلسلے میں آپ کی یہ ہدایت ملاحظہ فرمایئے جس میں تشویق وترغیب بھی ہے اور حقیقت پسندی بھی ہے۔ تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] مکتوب گرامی بنام شاہ ظہیر حسن منعمی ابوالعلائی ہلسوی

[2] مکتوب ۱۵ر صفر پنجشنبہ ۱۳۳۴ھ بنام مولانا سید عبدالحمید دربھنگہ

وہمت قوی ضروراست ۔ بجز نبوت کہ ختم کردہ است دیگر ہیچ یکے از نعمائے الٰہی راحق تعالیٰ بند نہ فرمودہ است ۔ اسلاف راہمیں دست وپابود کہ ماراہست چنانکہ ایشاں بعلو ہمت وسعی وکوشش خود مراتب عالیہ یافتند دریں زمان نیز حاصل شود اگر ہمت عالی وسعی موفور وخلوص شامل حال باشد من جد وجد [1]

ہمت قوی ضروری ہے۔ سوائے نبوت کے جسکا دروازہ بند کر دیا گیا ہے ، دوسری کسی نعمت کو اللہ تعالیٰ نے بند نہیں فرمایا ہے۔ اسلاف کو بھی یہی ہاتھ پاؤں تھا جو ہمیں ہے ، جس طرح وہ اپنی بلندی ہمت اور سعی وکوشش سے مراتب عالیہ پر پہنچے اس زمانے میں بھی حاصل ہو سکتی ہیں اگر ہمت عالی اور سعی کامل اور خلوص شامل ہو۔ جس نے کوشش کی اس نے پالیا۔

اس سلسلے میں ایک عام خیال یہ بھی ہے کہ اب ویسے بزرگ کہاں رہے ، اس دور میں تو ویسے لوگ پیدا ہو نہیں سکتے۔ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی دہلوی کو اس خیال کا رد کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں۔

اما خیال آنکہ دراین زمان چنیں نفوس مزکی رایافتہ نمی شوند بلکہ پیدائش ایشاں ممکن نیست از پستیٔ ہمت است ، جز پیغمبری ہیچ دروازہ نعمت را اللہ تعالیٰ بر مخلوق خود بند نفرمودہ ست بلکہ برائے جدوجہد تاکید می فرماید ۔ ولا تيأسوا من روح الله انه لا يأيس من روح الله الاّ القوم الكافرون [2] سہ پس چرا مایوس گردیم۔

فیض روح القدس از باز مدد می فرماید دیگراں ہم بکنند آنچہ مسیحا می کرد سہ شدہ ام خراب وبدنام وہنوز امیدوارم کہ بہ ہمت عزیزاں برسم بہ نیک نامے

لیکن یہ خیال کہ اس زمانے میں ایسے پاکیزہ نفس لوگ پائے نہیں جاتے بلکہ ان کی پیدائش بھی ممکن نہیں ہے ، تو یہ سمجھنا ہمت کی پستی ہے ، سوائے پیغمبری کے کسی دروازۂ نعمت کو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر بند نہیں فرمایا ہے بلکہ جدوجہد کی تاکید فرمایا ہے۔ (اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، اللہ کی رحمت سے نافرمان لوگ ہی مایوس ہوتے ہیں) تو ہم کیوں مایوس ہوں۔

اگر روح القدس کی مدد شامل ہو تو دوسرے بھی وہی کر سکتے جو مسیح کر سکتے تھے۔

میں تباہ وبدنام ہو گیا ہوں۔ لیکن اب بھی امیدوار ہوں کہ عزیزوں کی توجہ سے نیک نامی حاصل کر سکتا ہوں۔

---

[1] مکتوب ۱۵ر صفر پنجشنبہ ۱۳۳۴ھ بنام مولانا سید عبدالحمید در بھنگہ [2] سورہ یوسف

نفوس قدسیه چنانکه پیش ازیں بودند دریں زمانه نیز ہستند وآئندہ نیز خواہند بود۔ فرق اگر ہست در کثرت وقلت است نہ آنکہ وجود ایشاں تمامتر معدوم شدہ اند[1]

نفوس قدسیہ جیسا کہ اس سے پہلے تھیں، اس زمانے میں بھی ہیں اور آئندہ بھی ہونگی۔ فرق اگر ہے تو کثرت و قلت میں ہے نہ یہ کہ ان کا وجود سرے سے معدوم ہو چکا ہے۔

حضرت اقدس مسترشدین کو ذات رسالت ﷺ سے تعلق و محبت استوار رکھنے کی تلقین فرماتے تھے، بلکہ آپ کے یہاں سلوک کی یہی سب سے مختصر ترین راہ تھی۔ آپ کے سلسلے میں فنائیت کی ایسی تعلیم ہے کہ سالک درود و سلام کے ذریعہ ذات رسالت میں فنائیت کے مرتبے کو پہنچ جائے۔ آپ خود فنافی الرسول تھے، اتباع سنت کے اعتبار سے بھی اور عشق و محبت کے اعتبار سے بھی، کثرت درود کی تلقین فرماتے ہوئے ایک مسترشد کو تحریر فرماتے ہیں۔

بزرگان گفتہ اند کہ در آخر زمان شیوخ طریقت و مرشدان حقیقت صفت عنقا نایاب گردند دراں وقت درود کار مرشد سازد ہر کہ بکثرت درود خواندہ باشد درود اور افتح باب گرداند وبکمالات عرفان حق برساند بنابر آں درودے می نویسم ایں را باوقات فرصت بلاقید وضوٗ بکثرت خواندہ باشند[2]

بزرگوں نے فرمایا ہے کی آخر زمانے میں مشائخ طریقت اور مرشدان حقیقت عنقا کی طرح نایاب ہو جائیں گے، اس وقت درود مرشد کی طرح کارساز ہوگا، جو شخص کثرت سے درود پڑھیگا، درود اس کا فتح باب کرے گا، اور کمالات حق تک پہنچائیگا، اسی لئے میں ایک درود لکھتا ہوں فرصت کے وقت بلا قید وضو بکثرت پڑھیں۔

بمصداق ع "دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر" ایک مسترشد خاص اور خلیفۂ بااختصاص کو ان کے سفر حج کے موقع پر حاضری مدینہ منورہ (زادھا اللہ شرفاً وتکریماً) کے وقت حضوری و فنائیت حاصل ہونے کے لئے حسب ذیل افاضہ فرماتے ہیں۔

---

[1] مکتوب ۲۲/ ربیع الاول یکشنبہ ۱۳۲۸ھ

[2] مکتوب ۱۳۲۸ھ بنام خواجہ شفیق حسن نظامی

دل احقر برائے سامی ہمی خواہد کہ ازاں زمان کہ از بیرون شہر از دور در چشم زائیران منارہ ہائے مسجد شریف وقبۂ خضرا جلوہ می افگند وزائیران را بفرط ذوق وشوق بے خود می سازد یاد ما ہمہ دوستان ومحبان وخیال وتعلقات جملہ عزیزان وقرابت مندان راز خاطر سامی چناں بر باید کہ مطلقاً یاد کسے نماند تا آنکہ شعور ذات ہم سامی را باقی نماند ،بجز درود ....دیگر ہیچ نماند[1]

دل احقر آپ کے لئے خواہشمند ہے کہ جس وقت شہر کے باہر دور سے زائرین کی نگاہ میں مسجد شریف کے منارے اور قبۂ خضرا جلوہ نما ہونے لگیں اور زائرین کو فرط ذوق وشوق میں بے خود کر دیں۔ آپ کے دل سے ہم تمام دوستوں کی یاد اور جملہ عزیزوں وقرابت مندوں کے تعلقات وخیال اس طرح نکل جائے کہ مطلقاً کسی کی یاد دل میں باقی نہ رہے ، یہاں تک اپنی ذات کا شعور بھی باقی نہ رہے ، بجز درود................ کچھ باقی نہ رہے (یعنی فنائیت اور استغراق مکمل ہو)

عجز وانکسار اور اپنی ذات کی نفی ارباب معرفت کے یہاں بنیادی اور اساسی اہمیت رکھتی ہے۔ اھل کمال کا تواضع ،اصل تواضع ہے ،بے ہنر کا متواضع ہونا کوئی خوبی نہیں ،بقول سعدی ؎

تواضع زگردن فرازاں نکوست گدا اگر تواضع کند خوئے اوست

حضرت اقدس ان خاصان خدا میں تھے جن کے متعلق حدیث میں فوضع له القبول فی الارض کی نوید ہے۔شیخ العرب والعجم حضرت حاجی شاہ امداد اللہ فاروقیؒ نے آپ کو "المقبول بین السماء والا رض" لکھا تھا ، آپ کی شخصیت اپنے علمی وروحانی فضل وکمال کی بناء پر عوام وخواص ، علماء ومشائخ حکام و وزراء سب کے لئے مرکزِ عقیدت ومحبت تھی ،اس لحاظ سے آپ کا عجز وانکسار آپ کی عظمت کی دلیل ہے۔لوگوں کی اصلاح وہدایت اور تلقین وارشاد کے وقت بھی تواضع اور فروتنی نمایاں ہوتی تھی۔اپنے تفوق و برتری کا خیال ذرہ برابر بھی آپ کے دل میں نہ تھا، حضرت اقدس کا کوئی مکتوب اپنی کم علمی اور بے عملی کے اظہار سے خالی نہیں ،اس طرح کا انداز متقدمین صوفیاء میں ملتا ہے۔آپ کے معاصرین میں راقم کو اب تک تواضع کی ایسی کوئی مثال نہیں ملی ہے، ایک مکتوب کا اقتباس پیش کیا جارہا ہے ، جس میں اصلاح ودعوت لطیف پیرائے میں ہے اور عجز وانکسار اعلیٰ درجے کا ہے، مکتوب وحی اسلوب لایق ملاحظہ ہے ، مکتوب الیہ شمس العلماء خواجہ حسن نظامی ہیں اور ذکر "نظام المشائخ" کا ہے، رسالے کی تعریف وتوصیف کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

---

[1] مکتوب ۱۳۲۸ھ بنام حضرت خواجہ حسن نظامی دہلوی، درمیان کی خاص عبارت حذف کردی گئی ہے۔

مذہبی رسائل از مدت کثیر جاری اند وبسیار اند لیکن ہمہ در مناظرہ باہیگانگاں ویگانگاں مصروف ، گو جواب اعتراض بیگانگاں ضروری دانم لیکن اصلاح اخلاق ومعاشرت عوام اہل اسلام عموماً وخواص خصوصاً ملحوظ داشتہ آید ، مناسب تراست بلکہ علماء و واعظین ومشائخ صوفیاں ، خاص تراحقر وامثال من کہ رہنمائی خلق دانستہ می شوم ودر مزلت اقدام افتادہ ایم اصلاح ما ضرور تر از اصلاح دیگران است ، زیرا کہ از بے راہیٔ من ہزاراں گمراہ می شوند وبزعم خود رہنمائی خلق می سازم ؎

اے فسق و فساد کار ہر روزۂ ما
وائے پرز حرام کاسۂ وکوزۂ ما

آنکہ خود بے کار وتباہکار باشد دیگراں را باکار چگونہ سازد وہر کہ خود ملوث وآلودہ بود ، آلودگاں را آلودہ تر سازد نہ کہ پاک وصاف وپرہیزگار ، دریغا خلق دانند کہ بسیار را خوش نصیب وسعید ازلی می سازم حال آنکہ خود از ہر اقسام دولت سعادت بے نصیب ام ؎

مذہبی رسالے مدت کثیر سے جاری ہیں ، لیکن سب اپنوں اور غیروں کے ساتھ مناظرے میں مصروف ہیں ، غیروں کے اعتراض کا جواب گرچہ میں ضروری سمجھتا ہوں ، لیکن اخلاق و معاشرت کی اصلاح عام مسلمانوں کے لئے بالعموم اور خواص کے لئے بالخصوص ملحوظ رکھنا زیادہ مناسب ہے ، بلکہ علماء و واعظین اور مشائخ صوفیاء کے لئے تو بہت ہی ضروری ہے ، خاص کر احقر اور مجھ جیسے لوگ کہ میں خود کو رہنمائے خلق جانتا ہوں اور مزلت اقدام (قدم پھسلنے کی حالت میں) میں پڑا ہوا ہوں۔ ہماری اصلاح زیادہ ضروری ہے ، دوسروں کی اصلاح کی بہ نسبت۔ کیونکہ میری بے راہی سے ہزاروں گمراہ ہوتے ہیں اور بزعم خود میں خلق کی رہنمائی کا کام کر رہا ہوں۔

اے فسق و فساد کار ہر روزۂ ما
وائے پرز حرام کاسۂ وکوزۂ ما

جو شخص خود بے کار و تباہکار ہو دوسروں کو کس طرح باکار بنا سکتا ہے اور جو شخص خود ملوث اور آلودہ ہے (گناہوں سے) آلودگان کو زیادہ آلودۂ (گناہ) بنائے گا نہ کہ پاک وصاف وپرہیزگار۔ افسوس کہ لوگ سمجھتے ہیں کہ میں نے بہتوں کو خوش نصیب وسعید ازلی بنا دیا حالانکہ خود ہر طرح کی سعادت سے بے نصیب ہوں۔

کیم من بے نصیبے بے نوائے
غریب آوارۂ مسکیں گدائے [1]

---

[1] یہاں حضرت اقدس نے اپنی ایک غزل تحریر فرمائی ہے ، وہ مجموعہ کلام مطبوعہ "عطر الوردین" میں شامل ہے۔ اس میں ملاحظہ کی جا سکتی ہے ، خوف تطویل ہم نے صرف مطلع پر اکتفا کیا ہے۔

اگر حالت ما بدحالاں اصلاح یابد وبدی ہائے ما بنکوئی مبدل گردند ، بعد از تہذیب اخلاق وحسن معاشرت امید است کہ بسیارے از معترضان رابر اہل اسلام ودین اسلام ہیچ جائے اعتراض نباشد، زیراکہ دین اسلام از جملہ عیوب مبرا است اگر عیب است درذات من است کہ ننگ اسلام ہستم ، پس چوں عیوب من دور وزائل گردند وہنر جائے آں گیرد، سیرت نیک کہ ہر آئینہ اثر نیک دارد مخالفت مخالفین را مبدل بموافقت گرداند

قوم جن کہ بسبب پیدائش خود از آتش صفت سرکشی وجبلت دارند **كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ** چوں خلق عظیم حضرت خاتم النبیین ﷺ دیدند گفتند **يَا قَوْمَنَا اَجِيْبُوا دَاعِيَ اللّٰهِ وَاٰمِنُوْا بِهٖ** وسعادت ایمان حاصل کردند **اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ** پس چوں از مسلمانان این زمانہ گروہ عاصیین از سیئات اعمال خودرو گردانندو بصلاح وتقویٰ آراستہ شوند وغافلین متنبہ شدہ بدل مشغول بحق تعالیٰ گردند، وصالحین زہد وورع لازم گیرند ودر ہر کار

اگر ہم بدحالوں کی حالت اصلاح پالے اور ہماری برائیاں نیکیوں سے بدل جائیں تو تہذیب اخلاق وحسن معاشرت کے بعد امید ہے کہ اسلام اور مسلمانوں پر اعتراض کرنے والوں کو اعتراض کرنے کا کوئی موقع نہ رہیگا، کیونکہ دین اسلام تمام عیوب سے پاک ہے، اگر عیب ہے تو میری ذات میں ہے کہ ننگ اسلام ہوں جب میرے عیوب دور وزائل ہوجائیں گے اور ہنر ان کی جگہ لے لیں گے تو نیک سیرتی جو بہر صورت اچھا اثر رکھتی ہے مخالفین کی مخالفت کو موافقت سے بدل دے گی۔

قوم جن اپنی فطرت کے اعتبار سے آتش صفت تھی، سرکشی اسکی جبلت تھی **كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ رَبِّهٖ** (ابلیس جن میں سے تھا تو اپنے رب کے حکم سے انکار کیا) جب خلق عظیم خاتم النبیین ﷺ کو دیکھا تو کہا" اے ہماری قوم داعی حق کی دعوت قبول کرو اور ان پر ایمان لاؤ" اور سعادت ایمان حاصل کیا۔ "بیشک ہم نے ایسا قرآن سنا جو نیکی کی راہ دکھاتا ہے تو ہم اس پر ایمان لائے" توجب اس زمانہ کے مسلمان گنہگار اپنے برے اعمال سے منہ پھیر لیں اور صلاح وتقویٰ سے آراستہ ہوجائیں اور غافل متنبہ ہوکر غفلت سے مشغول بحق ہوجائیں اور صالحین زہد وورع اختیار کرلیں اور اپنے

خود خلوص وللٰہی پیدا سازند ، ذوات ایشاں مثل مقناطیس جذب قلوب اغیار کنند ، افراد ہر مذہب وادیان با ایشاں مجذب گردانند ۔ در سلف صالحین ایں جوھر بود و دریں زمانہ ضرورت است کہ ایں صفت پیدا کردہ آید [1]

ہر کام میں خلوص و للّٰہیت پیدا کرلیں تو ان کی ذات مقناطیس کی طرح اغیار کے قلوب کو کھینچیں گی۔ ہر مذہب اور ہر دین کے افراد ان میں جذب ہوں گے۔ سلف صالحین میں یہ جوہر موجود تھا اور اس زمانہ میں ضرورت ہے کہ یہ صفت پیدا کی جائے۔

خواجہ حسن نظامی صاحب حضرت کے اس مکتوب کو نظام المشائخ میں شائع کرنا چاہتے تھے۔ حضرت سے اجازت چاہی تو جواب میں جو کچھ تحریر فرمایا، اس میں بھی ایک درس ہے۔

دراشاعت نامۂ عجز وانکسار سابق خود انکار ندارم لیکن در تحریر من نہ انشاء پردازی است نہ عبارت آرائی نہ مضامین عالی ندانم کہ در اشاعتش چہ فائدہ متصور فرمودند اگر مصلحتے خاص مضمر باشد در غزل مرقومہ در شعر دہم بمصرعہ دوم تصحیح فرمایند کہ بجائے چوں تو، جز تو، رقم فرمایند ع

ولے نبود مرا جز تو خدائے [2]

اپنے پچھلے نامۂ عجز وانکسار کی اشاعت میں مجھ کو انکار نہیں ہے ، لیکن میری تحریر میں نہ انشا پردازی ہے ، نہ عبارت آرائی ، نہ مضامین عالی ہیں ، معلوم نہیں کہ اس کی اشاعت میں آپ کیا فائدہ تصور فرماتے ہیں ، اگر کوئی مصلحت ہے تو غزل مرقومہ میں دسویں شعر کے مصرعہ دوم کی تصحیح فرمالیں بجائے چوں تو، جز تو، رقم فرمائیں ع

ولے نبود مرا جز تو خدائے

آدمی کا نفس شہرت اور نام کیلئے سب سے زیادہ بے چین رہتا ہے ، نفس متمنی ہوتا ہے کہ لوگ اس کو بڑے بڑے القاب و آداب سے یاد کریں اس کی عزت اور اسکا احترام کریں ، جدید ذرائع ابلاغ نے حصول شہرت کی بہت سی کامیاب صورتیں بھی پیدا کر دی ہیں ، اپنے علمی و تحقیقی کاموں پر اپنی زندگی میں اور اپنی ہی نگرانی میں مقالے لکھوانا ، اس دور میں علم وادب کی ایک خدمت بن چکی ہے ، لیکن اس حقیقت سے نظر چرانا مشکل ہے کہ یہ بھی حصول شہرت ہی کے

---

[1] مکتوب ۲۲/ ربیع الاول ۱۳۲۸ھ [2] مکتوب جمادی الاول ۱۳۲۸ھ

"جذب دروں" کا نتیجہ ہے، حُبِّ جاہ ایک ایسی متعدی بیماری ہے جس سے معاشرے کا کوئی طبقہ شاید ہی بچا ہوا ہو، اپنے ہی قلم سے اپنے نام کے ساتھ ڈاکٹر، شاہ، صوفی اور علامہ لکھنے والے بھی کم نہیں ہیں، مگر اللہ تعالیٰ کے مخلص اور مزکّی نفس بندے مخلوق کی مدح اور قدح دونوں سے بے نیاز اور مستغنی ہوتے ہیں، حضرت اقدس کے مکتوب گرامی کے یہ جملے اخلاص و للّٰہیت کی تعلیم دیتے ہیں، اس میں علماء و مشائخ کے لئے خصوصیت کے ساتھ درس ہدایت ہے جو قوم کی رہنمائی کرتے ہیں، ایک شخص کے جواب میں تحریر فرماتے ہیں۔

حاصل غرض یہ کہ آپ کی فرمائش (دعا) میں نے پوری کی ہے فقط اللہ تعالیٰ اور اسکے پیغمبر ﷺ کے فرمان کے بھروسے پر، اللہ تعالیٰ اس بندۂ گنہگار کی دعاء کو قبولیت کی عزت عطا فرمائے **وھو مجیب الدعوات وھو معطی المسئو لات**، نہ اس خیال سے دعاء کی کہ اس بے نیاز کی بارگاہ عالی میں کوئی قدر عزت میری ہے۔ یا اس بارگاہ قدس میں میں مستجاب الدعوات ہوں، حاشا کہ ایسا خیال پہلے بھی مجھے نہ ہوا اور نہ اس وقت تک ہے، اللہ تعالیٰ آئندہ بھی ایسے خیال سے مجھے بچائے، اس دعا کے اور ایسی سینکڑوں دعا کے قبول ہو جانے پر بھی موجودہ حالت سے مجھ میں کوئی وقعت و منزلت بڑھ نہ جائیگی، اس لئے کہ سبھی جانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات میں سے مبغوض ترین خلق مشرکین کی بھی بہت سی دعائیں قبول فرماتا ہے، ہزاروں آرزوئیں اور تمنائیں ان کی پوری کر دیتا ہے تو ایک مسلمان کو اپنی دعا کے قبول ہونے میں کیا فخر ہو سکتا ہے۔

میرا القاب و آداب خاص کچھ نہیں ہے، جس کے فروگزاشت پر مجھے آپ سے کوئی گلہ یا شکوہ ہو، لوگ جیسا چاہتے ہیں مجھے لکھتے ہیں، لیکن کسی کی مدح و توصیف سے مجھ میں کوئی بات بڑھ نہیں سکتی ہے، اللہ تعالیٰ نے جیسا مجھے بنایا ہے، اس کے علم و مشیت میں جو حالت میری ہے، اسی کا ظہور ہمیشہ ہوتا رہیگا۔ اس میں تغیر و تبدل کچھ بھی کوئی نہیں کر سکتا ہے، اگرچہ آسمان اور زمین کے رہنے والے سب مل کر زور لگائیں۔ میں اپنے کو ننگ اسلام و مسلمین جانتا ہوں بلکہ ننگ خلائق۔[1]

(باقی آئندہ)

[1] مکتوب ۲۹ر محرم ۱۳۳۲ھ بنام منشی محمد اسحق صاحب مختار سیوانی

اخلاق حمیدہ یا خلق محمدی ﷺ

ازافادات حضرت اقدس سیدنا الامام فیاض المسلمین بدرالکاملین
امیر الشریعۃ شیخ الطریقۃ مولانا سید شاہ محمد بدرالدین قادری قدس سرہ

ہمارے پیغمبر حضرت سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ و آلہ وصحبہ وسلم کے اخلاق تمام تر محمود تھے۔ آپ کے اسم شریف محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معنی بھی یہی ہیں۔ یعنی ستودہ (توصیف کئے گئے یا حمد کئے گئے) لغات عرب کتاب منتہی الارب میں ہے۔

محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم واشتقاقه من كثرة الحمد كانه حمد مرة بعد مرة	محمد نام حضرت رسول اللہ ﷺ کا ہے۔ اس نام کا اشتقاق زیادتی حمد سے ہے۔ گویا کہ وہ صفت کئے گئے ہیں بہت بار۔

تاج العروس شرح قاموس میں ہے۔

(ومنه) اى من التحميد (محمد) هذا الا سم الشريف الواقع علما عليه صلى الله عليه وسلم وهو اعظم اسما ئه واشهرها (كانه حمد مرة بعد مرة)	تحمید ہی سے واقع ہے محمد اسم شریف آنحضرت ﷺ کا بطور علم کے اور معظم ترین و مشہور ترین نام آپ کا یہی ہے۔ گویا کہ آپ توصیف کیے گئے ہیں مکرر سہ کرر بہت بار۔

یعنی یہ اسم پاک حمد سے لیا گیا ہے۔ حمد کا اسم مفعول ہے۔ جس سے یہ مطلب ہے۔ کہ شخص محمود کی مدح، محبت، بزرگی، قدر، ادب، عظمت بہت زیادہ کی گئی ہو۔ اس لئے کہ یہ صیغہ تکثیر کے لئے بنایا گیا ہے۔ یعنی یہ فعل تحمید و اجلال و تعظیم و توقیر کا اس کے لئے بہت بار کیا گیا ہو۔ اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ اس قسم کا علم نہیں ہے جسکے لئے معنی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ آنحضرت ﷺ کا یہ مشہور ترین نام آپ کا علم بھی اور آپ کی صفت بھی ہے۔ باقی دوسروں کے لئے بھی نام مجرد علم ہی علم ہے صفت نہیں۔ قریب میں اس تمیز و فرق کا بیان واضح طور سے آئیگا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ یہ اسم مبارک آپ کے کل اسماء شریفہ میں مشہور ترین ہونے کے علاوہ

محبوب ترین بھی ہے۔ درود کے ماثورہ صیغوں میں اکثر یہی اسم مبارک ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ آپ کو خود بھی یہی نام سب ناموں سے محبوب تر تھا کہ جتنے اصحاب نے درود کی تعلیم کے لئے سوال کیا تو جواب میں ہر ایک کے جو ارشاد ہوا اس کی ابتدا یہی تھی۔ **اللھم صل علیٰ محمد و علیٰ ال محمد** اگرچہ دوسرا نام آپ کا احمد بھی تھا، لیکن ماثورہ درودوں میں سے کسی میں **اللھم صل علی احمد** نہیں ہے۔

آپ کے کثرت صفات حمیدہ کے سبب سے آپ کے اسماء شریفہ بہت ہیں۔ اور جس طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ہیں اور ان کے سوا بھی بہت ہیں۔ جن میں سے ہر ایک اسکی صفت خاص پر دلالت کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کے اس علم کے علاوہ بہت اسماء گرامی ہیں۔ جو کہ خاص خاص صفت پر دلالت کرتے ہیں۔ اور انہیں صفات خاص کے سبب سے ان ناموں سے بھی آپ موسوم اور مشہور ہوئے ہیں۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایک مقام میں آپ کی صفت رؤوف رحیم فرمایا ہے۔ **بِالْمُؤْمِنِیْنَ رَؤُفٌ رَّحِیْمٌ** پھر ایک ہی مقام میں شاہد، مبشر، نذیر، داعی الی اللہ، سراج منیر **یَا اَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَرْسَلْنٰکَ شَاھِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا وَّ دَاعِیًا اِلَی اللّٰہِ بِاِذْنِہٖ وَسِرَاجًا مُّنِیْرًا** اور کہیں **رَحْمَۃً لِّلْعَالَمِیْنَ** کہیں **خَاتَمَ النَّبِیّٖنَ** مثل ذلک بہت اسماء شریفہ آپ کے قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ کتاب جواہر زواہر فی اسماء النبی الطاہر میں مولوی محمد اکرم صاحب نے دو سو سے زیادہ نام قرآن مجید سے مع سند آیات کے درج کیا ہے۔ اسی طرح احادیث سے بھی بہت اسماء شریفہ آپ کے ثابت ہوتے ہیں۔ محمد، احمد، حاشر، عاقب، ماحی یہ پانچ نام امام بخاری رحمہ اللہ نے ایک ہی حدیث میں نقل کیا ہے۔ **باب ما جاء فی اسماء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن محمد بن جبیر بن مطعم عن ابیہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لی خمسۃ اسماء انا محمد واحمد وانا الما حی الذی یمحو اللہ بی الکفر وانا الحا شر الذی یحشر الناس علی قدمی وانا العاقب**☆ (محمد ابن جبیر ابن مطعم عن ابیہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ میرے پانچ نام ہیں۔ میں محمد ہوں اور احمد ہوں، اور میں ماحی ہوں میرے ذریعے سے اللہ تعالیٰ کفر کو مٹا دیگا، اور میں حاشر ہوں)۔ جس طرح سے ماحی اور حاشر کی توجیہ اس حدیث سے ظاہر ہوئی۔ اسی طرح ہر ایک اسم

شریف کی توجیہ ہے۔ دوسرے لوگوں کی روایت میں ہے۔ **انا العاقب الذی لیس بعد ہ نبی**☆ (میں عاقب ہوں یعنی بعد میں آنے والا، جس کے بعد کوئی نبی نہیں ہے)۔ غرض یہ کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور وہ بھی جو اس کے سوا ہیں، اللہ تعالیٰ کی کثرت صفات پر دلالت کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسماء شریفہ بھی آپ کی کثرت صفات پر دلالت کرتے ہیں۔ جو کثیر در کثیر ہیں۔ محدثین متقدمین میں سے کسی نے ایک سو، کسی نے دو سو ایک، کسی نے پانچ سو تک اسماء شریفہ آپ کے لکھے ہیں۔ اس زمانہ میں فاضل علامہ یوسف نبہانی نے (**جزا ہ اللہ تعالی خیرا**) احسن الوسائل فی اسماء النبی الکامل میں آٹھ سو بیس سے زیادہ لکھے ہیں۔ مجھے اپنے زمانہ کے علامہ فاضل محدث مولوی محمد اکرم صاحب (**جعلہ اللہ تعالی اکرم ھذالزمان**) پر فخر ہے کہ انہوں نے پندرہ سو کے قریب اسماء شریفہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنی کتاب جواہر زواہر میں جمع کیئے ہیں۔ اور ہر ایک کا ماخذ بھی لکھدیا۔ (**جزا ہ اللہ تعالی عنا خیر الجزاء**)

اس بیان سے میرا مقصود یہ ہے کہ یہ ظاہر ہو جائے کہ آپ میں تمام تر اوصاف حمیدہ اور اخلاق پسندیدہ ہی تھے۔ جس سبب سے اس قدر کثیر اسماء شریفہ آپ کے مشہور و معروف ہوئے۔ کتابوں میں یہ اسماء شرح وبسط سے لکھے گئے۔ زبانوں پر بولے گئے مختصر یہ کہ وہ کون سی نیکی ہے جو آپ میں نہ تھی۔

خوبی و شکل وشمائل حرکات و سکنات ۔۔۔ آنچہ خوبان ہمہ دارند تو تنہا داری
از کد امی وصف گو یم دلبرا جانانۂ ۔۔۔ کیست در عالم کہ تو در حسن زان بالائۂ

ان سبھوں سے بڑھ کر یہ کہ باری تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے بھی بہت اسماء کو محدثین و محققین نے آپ کے اسماء شریفہ میں داخل وشامل کیا ہے۔ قاضی عیاض رحمہ اللہ شفا میں فصل **فی تشریف اللہ تعالیٰ لہ صلیٰ اللہ تعالےٰ علیہ وسلم بماسما ہ بہ من اسما ئہ الحسنیٰ** میں لکھتے ہیں **وحررنامنھا فی ھٰذ ا الفصل نحوثلثین اسما**☆ (اور ہم نے اس فصل میں تیس نام لکھے ہیں) بعد اسکے یہ بھی کہتے ہیں کہ شاید بعد اسکے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ علم دے، الہام فرمائے۔ اس پر زرقانی، شرح مواہب میں لکھتے ہیں کہ اس تعداد پر لوگوں نے دو گونہ بڑھادیا ہے۔ مواہب میں علامہ قسطلانی رحمہ اللہ نے اسماء حسنیٰ میں سے ستر کے قریب کلام اللہ

اور احادیث و آثار سے ثابت کیا ہے۔ تو زرقانی کی شرح میں ستتر ۷۷ تک پہنچ جاتا ہے۔ جواہر زواہر علامہ مولوی محمد اکرم صاحب میں بھی ایسا ہی ہے لیکن علامہ یوسف نبہانی اکیاسی ۸۱ اسماء تک بڑھا دیتے ہیں۔ **ولعل الله يزيد بعدذالك ايضا**☆

اس طرح ان اسماء شریفہ کا بڑھتے رہنا تعجب کی بات نہیں۔ کیونکہ آپ کی ذات پاک مظہر اتم صفات باری تعالیٰ ہے۔ تو باستثناء ان اسماء پاک حق تعالیٰ کے، جو ذات پاک الوہیت کے لئے مخصوص ہیں۔ کسی مخلوق کو ان مخصوص نام سے موسوم کرنا کفر ہے۔ باقی کل اسماء حسنیٰ سے آپ ملقب و موصوف ہو سکتے ہیں۔ حضرت جامی رحمہ اللہ کے قصیدہ کا یہ شعر کیا اچھا ہے ۔

سلام علیک ای زاسماء حسنیٰ جمال تو آئینہ اسم اعظم

انہیں کا ایک شعر یہ بھی ہے۔

اے افتاب روے تو عکس فروغ ذات ظاہر ز زلف و خال و خطت کثرت صفات

پس اہل لغت و علما کا یہ قول کہ اسم پاک محمد (صلی الله وسلم علی مسماه) کا اشتقاق کثرت حمد سے ہے۔ اور یہ اسم تکثیر حمد کے لئے بنایا گیا ہے۔ آپ کے کثرت اوصاف حمیدہ پر نظر کر کے بہت صحیح ہے۔ یا یوں کہئے کہ واقع بھی یہی ہوا کہ دونوں ہی عالم میں آپ اس قدر زیادہ محمود پائے گئے کہ ایسا دوسرا کوئی آدمی نہ دیکھا، نہ سنا گیا۔

دوسرا مشہور ترین نام آپ کا احمد ہے یہ بھی اسی حمد سے مشتق اور افعل التفضیل ہے۔ علما نے احمد کے دو معنی لکھے ہیں۔ ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنیوالوں میں سب سے زیادہ، سب سے عمدہ تر و اعلیٰ و افضل حمد کرنے والے آپ ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ حامدینِ حق تعالیٰ میں سے دنیا و آخرت دونوں میں آپ احمد الحامدین ہیں اور محمود ترین یا یوں کہئے کہ احمد المحمودین دنیاوی زندگی میں، جتنے کثیر عنوان میں، بلیغ ترین عبارات میں، نئے نئے پیرایہ میں، حق تعالیٰ کی تحمید و تمجید کرنے کا آپ کے، حال احادیث میں مرقوم ہے۔ اور ان سب حمد کی عبارات کتابوں میں محفوظ ہیں۔ اہل خبر سے پوشیدہ نہیں کہ وہ کثیر در کثیر ہیں۔ اور عالم آخرت کی نسبت ایک حدیث شریف سے ظاہر ہوتا ہے کہ قیامت کے دن میدان حشر میں

اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت وقہر کا ظہور دیکھ کر آپ ایک طویل سجدہ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا ایسے عمدہ کلمات میں کرینگے کہ نہ آپ کو دنیاوی زندگی میں کبھی ان لفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرنے کا اتفاق ہوا تھا اور نہ اولین و آخرین مخلوق میں سے کسی کی زبان پر کبھی بھی ایسی ثنا گزری۔ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اسکی مقبولیت ایسی ہوگی کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتِ واسعہ (جسکی صفت ہے وَسِعَتْ رَحْمَتِیْ عَلٰی غَضَبِیْ) کا دریا موجزن ہوگا اور آپ کو شفاعت عاصیان کا اذن ہوگا۔ سَلْ تُعْطَ وَا شْفَعْ تُشَفَّعْ ☆(مانگئے دیا جائگا، شفاعت کیجئے شفاعت قبول کی جائیگی) حاصل غرض یہ کہ ایک معنی احمد کے افعل التفضیل کے ہوئے فاعل کے مبالغہ میں۔ دوسرے معنی یہ ہوئے کہ جس مدح و ثنا و اجلال و تعظیم کے آپ مستحق ہیں۔ وہ افضل و اعلیٰ و اشرف ہے۔ ان سب تو صیفوں سے کہ آپ کے سوا دوسرے اسکے مستحق ہو سکتے ہیں۔ اس طرح اسم احمد کا یہ دوسرا معنی وہی ہے۔ جو اسم محمد کا معنی اوپر لکھا جا چکا ہے۔ یعنی حمد کے، مفعول کے معنی میں تکثیر حمد کیساتھ۔ اس کا خلاصہ یوں ہے اَکْثَرُ النَّاسِ حَمْدَ اَفَھُوَ اَجَلٌّ مَنْ حَمِدَ وَاَ فْضَلُ مَنْ حُمِدَ یَا مَنْ جَعَلَهٗ حَامِدً اوَ مَحْمُوداً وَّ سَمَّاهُ بِاَحْمَدَ وَمُحَمَّدٍ صَلِّ وَسَلِّمْ وَبَارِكْ عَلَيْهِ وَعَلٰى اٰلِهٖ قَدْرَ حُسْنِهٖ وَجَمَالِهٖ وَفَضْلِهٖ وَكَمَالِهٖ ☆

انبیاء سابقین علیہم السلام کی الہامی کتابوں میں جس جگہ آپ کی نسبت پیشین گوئی مذکور ہے تو منجملہ آپ کے بہت سے ناموں اور اوصاف کے کسی میں احمد[1] اور کسی میں محمد[2] ہے (ﷺ)۔ ان انبیاء سابقین علی نبینا و علیہم الصلوٰۃ والسلام کو یہ خبر اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی تھی۔ اس لئے یہ کہنا بلا شبہ صحیح ہے کہ خلاق عالم کا ازل ہی میں ارادہ تھا کہ آپ کو تمام تر ستودہ صفات یا یہ کہو کہ سراسر محمد (الهم صل وسلم وبارك عليه) بنائے۔ اسی لئے ان دونوں ناموں سے

---

[1] انجیل یوحنا باب ۱۴، ۲۵ و ۲۶ وباب ۱۶، پیری کلی طاس بترجمہ تسلی دہندہ، جو اصل میں پیری کلیو طاس تھا۔ معنی میں ستودہ کے، جس کا عربی ترجمہ احمد ہے اور قرآن مجید بھی یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا یاتی مِن بعدی اسمه احمد خطبات احمدیہ صفحہ ۲۳

[2] کتاب تسبیحات سلیمان یا غزل الغزلات باب ۵ آیت ۱۰ لغایت ۱۶ محمدیم ﷺ

موسوم کیااور ازل ہی میں موسوم کیا۔ ازل میں موسوم کرنے کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ تعالےٰ کا کلام قدیم ہے اور انبیاء سابقین علیہم السلام کی الہامی کتابوں میں بھی یہ نام خصوصیت کیساتھ ذکر کیا گیا ہے اور قرآن مجید میں بھی۔

اللہ تعالیٰ اپنے اس کلام ازلی قدیم میں (جس کا نام قرآن مجید ہے جو مسلمانوں کے زبان پر جاری، سینوں میں محفوظ، گھروں میں موجود بھی ہے اور فِی لَوحٍ مَحفُوظ" بھی ہے) فرماتا ہے **محمد رسول الله والذين معه الاية** اور بطور حکایت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیشین گوئی کے ذکر میں ان کا تعلیم کرنا اپنی قوم کو فرماتا ہے۔ **یَأْتِیْ مِنْ بَعْدِیْ اِسْمُهٗ اَحْمَدُ** الایۃ (میرے بعد وہ آئیگا جس کا نام احمد ہے) اس سے معلوم ہوا کہ آپؐ کی پیدائش بلکہ حضرت آدم علیہ السلام کی خلقت کے بھی پہلے سے آپؐ اس گرامی نام سے موسوم اور رسول اللہ کے لقب سے ملقب ہو چکے تھے۔ یعنی حضرت آدم علیہ السلام کا وجود بھی نہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ نام گرامی اللہ تعالےٰ کے علم میں تھا اور آپ کو نبوت و رسالت عطا کرنیکا ارادہ ازلی ہو چکا تھا جیسا کہ اس حدیث شریف میں ہے **کُنْتُ نَبِیًّا وَّ اٰدَمُ بَیْنَ الْمَاءِ وَالطِّیْنِ** ☆ (میں نبی تھا اُس وقت جب کہ آدمؑ پانی اور مٹی کے درمیان تھے)

آپؐ کی نبوت کی خبر آپؐ کی مدح وصفت سابقہ کتب سماوی میں دیکھ کر اس نعمت عظیمہ کے حصول کی طمع و تمنا میں عرب کے کچھ لوگوں نے اپنے اپنے لڑکوں کا نام محمد رکھدیا تھا۔ یہ زمانہ آپؐ کی ولادت سے تھوڑا پہلے کا ہے۔ لیکن ان سبھوں کو بہت جلد معلوم ہو گیا ؎

این کرامت بزور بازو نیست   تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

ہمارے نام رکھدینے سے اس مبارک نام کے معنی بھی صادق ہو جائیں ضرور نہیں۔ یہ کام خالق ہی کا ہے۔ وہ جسکو چاہے محمود الاسم ہونے کے ساتھ محمود الصفات بھی بنادے۔ اس نوازش سے جسکو چاہے نوازے۔ **اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَیْثُ یَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ** (اللہ ہی بہتر جانتا ہے کی عہدۂ رسالت کی قابلیت کس میں ہے۔ وہ کس کے پاس کہاں بھیجے۔ سورۂ انعام رکوع ۱۵) اور **وَاللّٰهُ یَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ یَّشَآءُ**☆ (اور اللہ اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ سورۂ بقر رکوع ۱۳) ان کی سمجھ میں آ گیا کہ ہمارا نام رکھدینا محض علم ہی

علم ہے۔ اس علم کیساتھ جو اس صفت سے موصوف بھی ہونگے، ان کا یہ نام ان کے صفات پسندیدہ پر شاہد عادل ہوگا۔ مثل اہل کتاب کے ہمیں بھی ان کا انتظار کرنا چاہیئے۔ وہ کسی زمانہ مستقبل میں ہونے والے ہیں جو لوگ بامید حصول نبوت اس گرامی نام سے موسوم کئے گئے تھے۔ اس نام کی برکت سے صداقت کی یہ صفت تو ان سبھوں میں ضرور پائی گئی کہ ان میں سے کسی نے دعوائے نبوت نہ کیا اور جھوٹے ثابت نہ ہوئے۔ اسکو اللہ کی طرف سے حفاظت کہئے یا اس نام پاک کی برکت سمجھئے۔ اور ہمارے حضرت رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے بعد تبرکاً اس مبارک اسم گرامی سے موسوم ہونے والوں کے لئے دنیاوی واُخروی بہت برکات ہیں۔ جن میں سے بعض یہ ہے کہ حضرت امام جعفر صادق بن حضرت امام محمد باقر علیہما السلام اپنے والد ماجد سے روایت فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن منادی ندا کریگا کہ جس جس شخص کا نام محمد ہے وہ جنت میں جانے کے لئے اٹھ کھڑا ہو۔ (تمہارا اس طرح جنت میں جانا نہیں ہے مگر اس نام کی بزرگی کے سبب سے) ابن قاسم اور ابن وہب نے حضرت امام مالک رحمہ اللہ کی روایت سے لکھا ہے کہ میں نے اہل مکہ (**مکرمہ زادھا اللہ تعالیٰ فضلاً و کرامۃ**) کو یہ کہتے سنا ہے کہ ایسا کوئی گھر نہیں کہ اس میں محمد نام کا کوئی شخص ہو اور (اس نام کی برکت سے) وہ گھر بڑھے نہیں اور اس گھر کے لوگ اور اس کے ہمسایہ بھی روزی پاتے ہیں (یعنی اسی نام کی برکت سے) اور روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کسی کا (اس میں) کیا نقصان ہے کہ اسکے گھر ایک شخص محمد نام کا ہو، دو ہو، تین ہو۔ یعنی ہر گھر کے اندر کچھ لڑکوں کو اس نام سے موسوم کرنے کو ارشاد فرمایا گیا۔

آپؐ کی نبوت ظاہر ہونیسے پہلے اہل عرب خصوصاً قریش کے لوگوں کو برابر ساتھ رہنے اور ہر قسم کے باہمی معاملات پیش آتے رہنے کے سبب سے آپ کی عادات شریفہ واخلاق حسنہ کا علم کامل طرح پر ہو چکا تھا۔ اپنے بارہا کے تجربہ میں وہ لوگ آپؐ کو راست گفتار، صداقت شعار، پاکیزہ، امانت و دیانت میں کمال درجہ کے متدین دیکھ چکے اور پا چکے تھے۔ اسلئے وہ سب آپؐ کو **الصادق الامین** کے معزز لقب سے یاد کرتے تھے۔ یعنی آپؐ کی صداقت اور امانت پر ساری قوم کا اتفاق واجماع نبوت کے پہلے ہی ہو چکا تھا۔ اور یہ دونوں صفت صدق وامانت کی ایسی اعلیٰ ہے کہ سیکڑوں ہزاروں نیک صفات کی مصدر و منبع ہے۔ اُن اخلاق حسنہ کی جمعیت کا جو

آپؐ کی ذات جامع کمالات میں ودیعت کی گئی تھی یہ ادنیٰ کرشمہ تھا، کہ صداقت جو نبوت کے لیئے جزو اعظم ہے آپؐ کے ابتداء جوانی ہی سے مسلم ہو چکی تھی۔ نبوت کے پہلے سے اس طرح آہستہ آہستہ ان کمالات کا ظاہر ہونا بھی ضرور تھا، تاکہ اس وقت کے اہل سعادت آپؐ کی نبوت وہدایت سے جلد اثر پذیر ہوں، اور وہ آپؐ کی نبوت ورسالت کی تصدیق کی نسبت اہل ضلالت وشقاوت سے گفتگو کے وقت ان کی تکذیب کی زبان کو بند کر دیں۔

قریش [1] میں خانہ کعبہ شریفہ کی نئے سرے سے تعمیر کے وقت حجر اسود کو اسکی جگہ پر رکھنے میں آپس کی نفسانیت کے سبب سے ٹولیاں بن گئیں اور ہر ٹولی نے اپنا استحقاق زیادہ بتایا۔ جب ایسا جھگڑا پڑا تو یہ قرار دیا گیا کہ جو شخص پہلے یہاں داخل ہو وہی فیصلہ کر دے اور سب قبول کر لیں ان کی اس شرط کے موافق ناگہاں آنحضرت ﷺ تشریف لائے تو سب کے سب خوشی سے کہنے لگے **هٰذَ امُحَمَّد" هٰذَا الأمِينُ قد رَضِينا به** یعنی یہ محمد ہیں (ﷺ) یہ امین ہیں۔ ہم سب راضی ہو گئے ان پر کہ یہ جو فیصلہ کر دیں وہ ہی ہو۔ تو آپؐ نے ایسا عمدہ فیصلہ فرمایا کہ سب خوش ہو گئے۔

ربیع بن خیثم [2] سے روایت ہے کہ اسلام کے پہلے جاہلیت کے زمانہ میں حضرت رسول ﷺ کے پاس محاکمہ کے لیئے قریش یا عرب کے معاملے لائے جاتے تھے۔ حضرت علی [3] مرتضےٰ کرم اللہ وجہہ سے روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو ابو جہل نے کہا کہ میں آپ کو جھوٹا نہیں کہتا لیکن جو چیز (توحید و قرآن) آپ لائے ہیں اسکو جھوٹ جانتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ **فَاِنَّهُمْ لاَ يُكَذِّبُونَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ** ☆ (یہ لوگ آپ کو نہیں جھوٹلاتے لیکن یہ ظالم آیات الٰہی کا انکار کرتے ہیں) [4] روایت ہے کہ جنگ بدر کے دن اخنس بن شریق نے ابو جہل سے مل کر کہا کہ یہاں پر ہم دونوں کے سوا اور کوئی نہیں جو ہماری باتیں سن لے۔ مجھے اتنا بتا دے ایا محمد (ﷺ) سچے آدمی ہیں یا جھوٹے؟

---

[1] شرح شفای قاضی عیاض للشیخ شہاب الدین الخفاجی رحمہما اللہ تعالیٰ چھاپہ قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۰

[2] شفا قاضی عیاض و شرحہ شہاب الدین الخفاجی طبع قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۱

[3] شرح مذکور جلد ۲ صفحہ ۱۲۲ [4] شرح مذکور جلد ۲ صفحہ ۱۲۳

توابو جہل نے جواب میں کہا وَاللّٰہِ اِنَّ مُحَمَّداً لَصَّادِقٌ وَمَاکَذِبَ مُحَمَّدٌ قَطُّ "خدا کی قسم محمد (ﷺ) سچے آدمی ہیں اور محمد (ﷺ) ہر گز جھوٹ بولے ہی نہیں۔

[۱] ہرقل بادشاہ روم۔ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت جب ابو سفیان سے پوچھا کہ کیا تم کبھی ان کے جھوٹ بولنے کا وہم بھی رکھتے ہو، ان کے اپنی نبوت ظاہر کرنے کے پہلے، تو جواب میں کہا کہ نہیں۔

آپ کی صداقت کے متعلق یہ شہادتیں آپ کے شدید مخالفوں اور اسلام کے بڑے بڑے دشمنوں کی زبانی ہے۔ اسی قسم کی اور مخالفین اسلام سے آپ کی صداقت وامانت کے ثبوت میں روائتیں ہیں۔ سب کے لکھنے میں مضمون طویل ہو جائیگا۔ یہ بیان نبوت کے پہلے کا تھا۔ نبوت کے بعد آپ کے اوصاف حمیدہ کا ظہور زیادہ ہونے لگا۔ کیونکہ اس کا وقت بھی یہی تھا۔ قرآن شریف میں آپ کی صفات کا بیان متعدد جگہوں میں ہے۔ از ان جملہ مجملاً کل صفات جمیلہ کو شامل اس آیۃ کریمہ میں ہے وَاِنَّکَ [۲] لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ اور اے پیغمبر تم بڑے اچھے اخلاق کے ہو۔ اس سے معلوم ہوا کہ آپ میں بڑے بڑے محاسن اخلاق مجتمع ہیں۔ اس آیت کریمہ کی تفسیر میں حضرت ابو محمد سہل بن عبداللہ تستری رحمہ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں۔

[۳] وَاِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ. قال تادبت بادب القران فلم تجاوز حدوده وهو قوله تعالیٰ اِنَّ اللّٰهَ يَاْ مُرُ بِالْعَدْلِ وَالاِحْسَان .....

فمن اوتی الخلق الحسن فقد اوتی اعظم المقامات

وَاِنَّکَ لَعَلیٰ خُلُقٍ عَظِیْمٍ یعنی آپ نے ادب قرآنی سیکھا پھر ہرگز اسکے حدود یعنی اخلاق قرآنی سے آپ نے تجاوز نہیں کیا۔ اور وہ ادب قرآنی اللہ تعالےٰ کا فرمان ہے کہ اللہ حکم کرتا ہے عدل واحسان کرنے کو

جسکو نیک اخلاق دیئے گئے اسکو بڑے بڑے مقامات دیئے گئے ہیں۔

---

[۱] شفا قاضی عیاض وشرحہ شہاب الدین الخفاجی طبع قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۱

[۲] سورۂ ن رکوع ۱

[۳] تفسیر القرآن العظیم لابی محمد سہل بن عبداللہ التستری رحمہما اللہ المتوفی ۲۸۳ھ طبع مصر صفحہ ۱۰۷

تبصیر الرحمٰن میں حضرت علی مہایمی رحمہ اللہ فرماتے ہیں۔

۱؎ وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ مِن اخلاق الله تجذب بها الجمهور الى الهداية فيكون لك اجرهم الى يوم القيامة	یعنی وہ خلق عظیم آپؐ کا اخلاق الٰہی میں سے ہے جس کے سبب سے آپؐ بہت لوگوں کو ہدایت کی جانب کھینچ رہے ہیں تو ان سب کے نیک کاموں کے اجر میں آپؐ کا حصہ قیامت تک رہیگا۔

۲؎ تفسیر الفواتح الالٰہیہ میں عارف باللہ شیخ نعمۃ اللہ نخجوانی رحمہ اللہ کہتے ہیں۔

و انك من كمال تخلقك با لا خلاق الالهية وتحققك بمقام الخلة والخلافة لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ لا خلق اعظم من خلقك لخيازتك وجمعك خلق الاولين والاخرين حسب جامعية مرتبتك.	اور بے شک آپ بدرجہ کمال متخلق باخلاق الٰہی ہونے کے وجہ سے اور مقام خلت وخلافت میں آپؐ کے ہونے کے سبب سے آپؐ بڑے اچھے اخلاق کے ہیں آپؐ کے نیک خلق سے بزرگ تر کوئی دوسرا خلق نہیں بہ سبب آپؐ کے مخزن ومجمع خلق اولین وآخرین ہونے کے موافق اپنے عالی مرتبہ کی جامعیت کے۔

اِنَّکَ ۳؎ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ (اے محمد ﷺ بے شک تم پیغمبروں میں سے ہو، سیدھے رستہ پر ہو)۔

یہ آیت بھی اپنے اجمال کیساتھ اتنی بات ضرور ظاہر کرتی ہے کہ آپؐ کی شریعت کے احکام آسان غیر تکلیف دہ ہیں۔ آپؐ کی دنیاوی ودینی معاملات کافرو مسلم سب کے ساتھ راستی وصفائی کیساتھ تھے۔ اور خود آپؐ کی معاشرت کا طریقہ پورے اعتدال کی روش میں ثابت اور قایم رہاہے۔ کیونکہ صراط مستقیم پر آپؐ کا ہونا کامل ثبوت اس بات کا ہے کہ ہر کام آپؐ کا افراط و تفریط سے پاک وبری اور تمام اعتدال کے اندر تھا۔ احادیث وسیر سے بھی یہی ثابت ہے۔ اس آیت کی تفسیر میں حضرت علی مہایمی رحمہ اللہ لکھتے ہیں۔

۱؎ تفسیر تبصیر الرحمٰن تصنیف عارف کامل شیخ علی المہائمی رحمہ اللہ طبع مصر صفحہ ۳۵۷

۲؎ تفسیر الفواتح الالٰہیہ للعارف باللہ شیخ نعمت اللہ نخجوانی رحمہ اللہ المتوفی ۹۲۰ھ طبع قسطنطنیہ جلد ۲ صفحہ ۴۳۴ ۳؎ سورہ یٰسین رکوع ا تفسیر تبصیر الرحمٰن جلد ۲ صفحہ ۱۸۲

اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْ سَلِيْنَ اذبا لر سا لة يتم الا ستيلا ء على الكما لا ت الا نسا نية و السيا دة على سا ئر المو جودات وبها كمال اليمن و السبق وهى المفيد لليقين والسير المر ضيته على اكمل الو جو ہ ويتسير لصا حبها با لسر عة ما لا يتيسر لغيره كيف وقد حصلت لك كل هذا المنا قب مع كو نك على صراط مستقيم فى باب الاعتقادات والا عمال والا خلاق بالاعتدال فيها بين طر فى الا فراط وا لتفريط على وفق الد لا ئل العقلية والنقلية و ا لكشفية

(اے محمد ﷺ) بیشک آپ پیغمبروں میں سے ہیں۔ (آپ کو اعلیٰ درجہ کمال پر پہونچانے کو پیغمبری دی گئی) اس لئے کہ پیغمبری ہی سے کمالات انسانی اختیار میں آجاتے ہیں اور کل مخلوقات پر سرداری ہوتی ہے اور اس رسالت ہی سے کمال نیک بختی اور پیشدستی پانا ہوتا ہے۔ اور وہی یقین اور پسندیدہ روش کے لئے تمام تر مفید ہے۔ اور رسالت والے کو یہ کمالات اتنا جلد مہیا ہو جاتے ہیں کہ دوسرے کے واسطے نہیں ہوتے۔ اور آپ کو تو یہ کمالات و فضائل حاصل ہو چکے ہیں۔ ساتھ ہی آپ صراط مستقیم پر ہیں۔ دلی اعتقادات میں (تمام جوارح کے) کاموں میں نیک خصلتوں میں (کہ یہ کل صفات آپ کی ذات اقدس کے اندر ہیں) نہ افراط نہ تفریط کامل اعتدال کی حد میں ہیں یہ دلائل عقلی و نقلی وکشفی سب کے موافق۔

اہل طریقت میں دعاء اِهدِ نَاالصِرَاطَ ا لمُستَقِيمَ سے غرض یہ ہی ہے کہ اعتقادات قلبی صحیح ہوں اور اعمال جوارح عقیدہ کے موافق ہوں۔ خصائل نیک سے آراستگی ہو۔ اسی کی تکمیل اور اس پر استقامت کا نام طریقت ہے۔ سالکین طریقت میں سے ناقصین اپنی دعا میں ان کمالات کی تکمیل چاہتے ہیں اور کاملین اس میں رسوخ و استقامت کے خواستگار ہیں وہ استقامت جو پیغمبروں اور ان کے متعلقین صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں کو تھی۔

آپ کی ذات پاک میں خصائل نیک ہونیکی خبر دے کر مسلمانوں کو ان خصائل کے اپنے میں حاصل کرنے کی اس آیۂ شریفہ میں اللہ تعالے نے ترغیب و تحریص دیا ہے۔

لَقَدْ [۱] كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِمَنْ كَانَ يَرْجُو اللّٰهَ

(مسلمانوں) تحقیق تمہارے لئے رسول خدا کی خصلت (پیروی کرنے کے لئے) بہتر ہے (تم میں سے) جو شخص خدا سے ملنا چاہتا ہے۔

ظاہر ہے کہ اس آیت میں گزشتہ آیت کی طرح مجرد خبر دینا ہی مقصود نہیں بلکہ آپ کی پیروی کرنے کی طرف اشارہ وارشاد ہے۔ یعنی آپ کے اخلاق حسنہ اخذ کرنے کی خاص کر کے ہدایت ہے۔ اس آیت شریفہ کی تفسیر حضرت شیخ نعمۃ اللہ نخجوانی رحمہ اللہ نے اس طرح سے کی ہے۔

لَقَدْ [۲] كَانَ لَكُمْ ايها المومنون المخلصون الطا لبون المتخلقون با خلا ق الله تعا لىٰ الها ر بون عن عد و ه فى رسول الله المبعوث لا رشادكم وهدايتكم اسوة حسنة وخصلة بد يعة يجب لكم النا سى والا نصاف بها لِمَنْ كَا نَ يَرْ جُوْ اللّٰهَ اى لقا ئه ومطا لعة وجهه الكر يم.

بتحقیق تمہارے لیے اے ایمان والو! مخلصو، اللہ کے طالبو، اخلاق اللہ سے متصف ہونے والو، دشمن خدا (شیطان) کی صفات (ناشائستہ) سے بھاگنے والو، خدا کے (ان) پیغمبر میں کہ تمہیں اللہ کی راہ دکھانے کو بھیجے گئے ہیں۔ نیک خصلت عمدہ ہے تمہیں اس خصلت کی پیروی اور اسی صفت کا شخص ہو جانا واجب ہے۔ جو کہ اللہ سے ملنا اور اس کا دیدار چاہے۔

یعنی اہل طریقت جو توحید کامل کے حصول اور حقیقت ایمان کے ظاہر ہو جانے کی سعی میں ہیں جن کی ساری عبادتیں خالصاً للہ ہیں جو اللہ کے سوا بہشت وغیرہ کچھ نہیں چاہتے ؎

ہر کس بہوائے خود دارد ز تو مقصودے اے جملہ طفیل تو من از تو ترا خواہم

جو صفات بشری کو چھوڑنا اور اخلاق الٰہی سے متصف ہونا چاہتے ہیں۔ تو انکو حضرت رسول اللہ ﷺ کی پیروی، عبادات و معاملات وعادات سبھی میں واجب ہے۔ کیونکہ متخلق باخلاق الٰہی ہونا اور وصول الی اللہ اسی اتباع کیساتھ مربوط ہے۔ اخلاق محمدی حاصل کرنا ایسا ضروری ہے کہ بغیر اس کے اخلاق الٰہی سے متصف ہونا ممکن نہیں ؎

باخلاق الٰہی متصف بودن اگر خواہی سراپا سیرت وخوی محمد شو محمد شو

---

[۱] سورۂ احزاب رکوع ۳

[۲] تفسیر الفواتح الٰہیہ حضرت شیخ نعمت اللہ نخجوانی رحمہ اللہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۲

خود ارشاد خداوندی ہے۔

قُلْ [1] اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ

(اے پیغمبران سے) کہدو کہ اگر تم اللہ کو دوست رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ بھی تمہیں دوست رکھے گا۔

اس آیت شریفہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جس محبت یا دوسرے لفظ میں اللہ کی ولایت کا وعدہ ہے، وہ پیروی آنحضرت ﷺ میں مشروط ہے۔ لیکن یہ پیروی بے سمجھے بوجھے خود غرضی سے نہیں کہ آنحضرت ﷺ صوم وصال (رات دن کا روزہ متصل بے غذا کے اور کئی دن پیہم) رکھتے تھے تو ہم بھی اس سنت کی پیروی کریں و مثل ھذا جتنی باتیں آپ کے واسطے خاص تھیں اس میں ہم بھی حصہ لیں۔ بلکہ آپؐ کے احکام کے اور ارشاد کے موافق کام کرنا چاہیئے۔ صوم وصال آپ رکھتے تھے، لیکن امت کو شفقتاً آپؐ نے منع فرمایا۔ پھر ترک لذات اور رہبانیت تو سنت نبوی بھی نہیں۔ اور منع صریح موجود لا رھبانیة فی الاسلام فرماکر گویا دینداری ہی سے اس کو خارج کر دیا، تو جو مسلمان ترک لذات و رہبانیت کو نفس کشی کی غرض ظاہر کر کے اختیار کرے تو یہ اس کے محاسن اخلاق میں شمار نہ ہو گا۔ آپؐ نے فرمایا ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ [2] بَعَثَنِیَ لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْاَ خْلَاقِ وَمَحَاسِنِ الْاَ فْعَالِ

بیشک اللہ نے مجھے بھیجا ہے بڑے اچھے اخلاق اور نیک کاموں کے پورا کرنے کے لیے۔

محاسن اخلاق و افعال میں وہ چیزیں ہیں جو آپؐ کے اخلاق و افعال و عادات میں سے ہیں اور آپؐ نے اصحاب کو اس کی تعلیم فرمائی ہے۔

غرض یہ کہ حکم اَطِیْعُواالرَّسُوْلَ [3] اور مَا اٰتَاكُمُ الرَّسُوْلُ [4] فَخُذُوْہُ ط وَمَانَھَا كُمْ عَنْهُ فَانْتَھُوْا (پیغمبر کی فرماں برداری کرو۔ اور پیغمبر جو کچھ (اللہ کی طرف سے تمہارے پاس لائے ہیں اسکو قبول کرو اور جس چیز سے وہ تمہیں روک دیں رک جاؤ) کے موافق اگر پیروی ہو تو وہی قصر شریعت کا ستون ہے اور وہی قفل طریقت کی مفتاح ہے۔

---

[1] سورۂ آل عمران رکوع ۴ [2] مشکوٰۃ صفحہ ۴۲۳ چھاپہ میرٹھ۔

[3] سورۂ نساء رکوع ۸ و مائدہ رکوع ۱۲۔ و تغابن رکوع ۳ و سورۂ نور رکوع ۷

[4] سورۂ حشر رکوع ۱

اصل بیان اخلاق محمدی سے، میں کچھ دوسری طرف چلا گیا۔ اب پھر مقصود کو شروع کرتا ہوں۔

قرآن مجید میں آپ کی صفات مذکورہ میں سے ایک یہ بھی ہے۔

بِا لْمُوئمِنِینَ [1] رَؤُفٌ رَّحِیمٌ — ایمان والوں پر تلطف کرنے والے مہربان ہیں۔

رؤف رحیم منجملہ ان اسماء الٰہی کے ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام قدیم میں اپنی صفت خاص کے بیان میں کہیں اِنَّ اللّٰہَ [2] بِالنَّاسِ لَرَؤُفٌ رَّحِیمٌ، اور کہیں اِنَّ رَبَّکُمْ [3] لَرَؤُفٌ رَّحِیمٌ، فرمایا ہے۔ اسی سورہ توبہ کے رکوع ۱۴ میں اپنی صفت عظیمہ کو اِنَّہٗ بِھِمْ رَؤُفٌ رَّحِیمٌ، اور رکوع ۱۶ میں اپنے حبیب ﷺ کی صفت کریمہ بِا لْمُؤْ مِنِینَ رَؤُفٌ رَّحِیمٌ فرمایا۔ یہاں بِا لْمُؤْ مِنِین ہے تو وہاں بھی بِھِمْ سے مومنین ہی مقصود ہیں۔ اسی طرح اور بھی بہت صفات حمیدہ اور اسماء شریفہ آپ کے قرآن مجید میں ہیں۔ جو مثل رؤف رحیم کے، وہ سب بھی روایت اسماء حسنیٰ میں موجود ہیں۔ اس روایت سے آپ کا متخلق باخلاق اللہ ہونا قرآن مجید و حدیث شریف سے ثابت ہے۔ اسی معنی میں کسی نے کہا ہے؎

محمدؐ سے صفت پوچھو خدا کی — خدا سے پوچھئے شانِ محمد (ﷺ)

دوسرا کہتا ہے؎

بخشش میں وہ مصروف یہ سرگرم شفاعت — اللہ سے ملتی ہوئی ہے خوئے محمد (ﷺ)

جو لوگ آپ کی ہدایت سے ایمان لائے اُن پر فطرتاً آپ کی رافت ورحمت وعنایت کی نظر ہونی ضرور تھی۔ جس کا ذکر آیت کریمہ مذکورہ بالا میں یا جس طرح کے مزاج کی نرمی کا بیان اس آیت شریفہ میں ہے۔

فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰہِ لِنْتَ لَھُمْ وَلَوْ کُنْتَ فَظًّا غَلِیظَ الْقَلْبِ لَا انْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ۔ (سورہ آل عمران رکوع ۱۷)

(اے پیغمبر) اللہ کی مہربانی (تم پر ہونے کے سبب سے) انکے لئے نرمی کرتے ہو اور اگر تم سخت زبان، سخت دل ہوتے تو یہ سب تمہارے پاس سے جدا ہو جاتے۔

---

[1] سورۂ توبہ رکوع ۱۶

[2] سورۂ بقر رکوع ۱۷

[3] سورۂ نحل رکوع ۱

تو کیا یہ رحمت ولینت مومنوں اور مسلمانوں ہی پر محدود تھی۔ نہیں بلکہ مسلمان و نا مسلمان سبھوں پر بلکہ تمام عالم پر۔ دیکھئے اللہ تعالیٰ ہی کے کلام پاک میں ہے۔

وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلاَّ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡن ۱ اور (اے پیغمبر) ہم نے تم کو نہیں بھیجا ہے مگر تمام عالم کے لئے رحمت بنا کر۔ ۱ (سورہ انبیار کوع ۷)

آپ کی اسی رحمت عمیم اور مہربانی و تلطف عظیم کا باعث تھا کہ خاص و عام مومن و کافر سب آپ کے رحم و کرم کے گرویدہ اور دوست تو دوست دشمنوں تک آپ کی طرف کھنچے چلے آرہے تھے۔ اور دین اسلام میں جذب ہوتے جارہے تھے۔ اس وقت کے مشرکین و یہود و نصاریٰ میں سے جتنے لوگوں نے حضوری میں حاضر ہو کر بے واسطہ گفتگو کی یا جنہوں نے وفد بھیج کر بالواسطہ اپنے مطلب و مقصود کا اظہار کیا یا جن سے قومی صلح یا معاہدہ کے قسم سے معاملات پیش آئے ایسے کُل لوگوں کو آپ کے تلطف و عنایات، حسن اخلاق و مدارات اور مزاج مبارک کی نرمی و شیریں کلامی سے نفع عظیم اور فائدہ کثیر پہنچا۔ احادیث میں اسلامی تواریخ میں ان باتوں کا بیان مفصل موجود ہے۔

رَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِيۡن کی تفسیر میں شیخ اسمٰعیل حقی رحمہ اللہ تفسیر روح البیان کے اندر ایک قول یہ بھی لکھتے ہیں کہ آپ کی ذات پاک بحق کفار بھی رحمت ہے۔ کیوں کہ آپ کے سبب سے اُن سبھوں پر عذاب میں تاخیر ہوئی اور خسف و مسخ ہونے یا اسی وقت اُن کے استیصال ہو جانے سے وہ سب محفوظ رہے۔

روایت ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے وَمَا اَرۡسَلۡنٰكَ اِلاَّ رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِيۡن (اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو اے محمد ﷺ لیکن رحمت سارے جہاں کے لئے) تو کیا تمہیں بھی اس رحمت سے نفع پہنچا ہے۔ اُنھوں نے کہا کہ ہاں میں اپنے عاقبت کار سے ڈر رہا تھا کہ کیا ہو گا۔ (یعنی شیطان کے راندے جانے کو دیکھ کر ڈر رہا تھا) پھر جب اللہ نے آپ کی وجہ سے میری صفت یہ بیان فرمائی ذِىۡ قُوَّةٍ ۱ عِنۡدَ ذِى الۡعَرۡشِ مَكِيۡنٍ مُطَاعٍ ثَمَّ اَمِيۡن (قوت والا صاحب عرش کے پاس مکین مطاع اور امین) تو میں بے خوف ہو گیا۔ یعنی اس آیت کو آپ کے پاس پہنچانے کا جب مجھے حکم ہوا

۱ سورۂ تکویر رکوع ۱

جس میں میری نسبت عند ذی العرش مکین مطاعِ ثم آمین ہے تو میں اپنے حسن خاتمہ پر متیقن ہو گیا۔

کاتب الحروف کہتا ہے کہ قریش وغیرہ کے خسف و مسخ واستیصال سے آپ کی بدولت بچنے کا ثبوت کامل اس آیت کریمہ سے ہے۔ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَ اَنْتَ فِيْهِمْ [1] اور یوں ہی واقع بھی ہوا کہ عرب کے مشرکین و یہود و نصاریٰ کا استیصال جزیرہ نمائے عرب سے آپ کی وفات کے بعد ہوا۔ جب تک آپ زندہ رہے منکرین پر یہ عذاب نہ آیا۔ اور جب تک آپ مکہ معظمہ میں رہے قریش قتل و ہلاکت سے بچے رہے۔

ابن قیمؒ جوزی رحمہ اللہ بھی جلاء الافہام میں رَحْمَةً لِّلعَالَمِيْنَ کی توجیہ میں لکھتے ہیں کہ اصح القولین یہ ہے کہ وہ یعنی رحمت کا لفظ اپنے عموم پر ہے۔ بعد اس کے بتاتے ہیں کہ اعداء و کفار میں سے وہ جو آپؐ سے جدال و قتال کرتے رہے اُن کے حق میں۔ اور جنھوں نے صلح و آشتی کا معاہدہ کر لیا اُن کے حق میں۔ اور جنہوں نے منافقانہ ظاہر داری سے فرماں برداری کی اُن کے حق میں۔ آپؐ کیونکر رحمت تھے اور اُن میں سے ہر گروہ کو کس کس قسم کے فوائد آپؐ سے پہنچے۔ تفسیر مذکور اور جلاء الافہام کی عربی عبارت بہ سبب طوالت کے ترک کر کے ترجمہ بھی ملخص لکھنے پر اکتفا کیا۔ کہ تطویل مقصود نہیں۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی ذات پاک میں ایسا خلق عظیم ودیعت فرمایا تھا کہ جس کے سبب سے آپؐ کے اخلاق حمیدہ اور عادات شریفہ سے دوست و دشمن موافق و مخالف سب متمتع و مستفید ہوئے۔ اور آپؐ سراپا رحمت تھے اور سب کے لئے تھے۔

آپؐ کا خلق عظیم بھی ایک معجزہ تھا۔ کیونکہ آپؐ طفولیت ہی میں یتیم ہو گئے تھے۔ والدین اگر آپؐ کے زندہ رہتے تو ممکن ہے کہ آپ کے لکھنے پڑھنے کے لئے کچھ سامان کرتے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو تو یہ منظور تھا کہ آپؐ کے اُمی ہونے کے ساتھ اسوقت کے بڑے احبار و قسیسین آپؐ کے علم و فضل کو تسلیم کر کے عجز و نیاز اپنا ظاہر کریں۔ آپؐ کو لکھنے پڑھنے کی نوبت نہ آئی ؎

نگار من کہ بہ مکتب نرفت خط ننوشت بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

---

[1] سورۂ انفال رکوع ۴

زمانہ طفولیت میں جو کچھ شعور کی ابتدا ہوئی تو مرضعہ کے گھر جن کا قبیلہ بدوی تھا۔ ان میں نہ علم تھا، نہ مدنیت تھی، جوانی کا وقت ان لوگوں میں گزرا جن کو پڑھنے لکھنے سے سروکار نہ تھا۔ ساری قوم جاہل تھی۔ [1] بَعَثَ فِیْ الاُ مِّیِیْنَ رَسُولاً مِنھُم (اَن پڑھ لوگوں میں اللہ تعالیٰ نے پیغمبر انہی لوگوں میں کا بھیجا۔) اس قوم کے اَن پڑھ ہونیکی بین دلیل ہے۔ الاماشاء اللہ بعض آدمی پڑھے لکھے تھے بھی تو اقل قلیل تھے جن کا عدم و وجود برابر تھا۔ جس طرح کمالات انسانی، اکتسابی و تعلیمی و دنیاوی معاشرت کے متعلق ہوں یا دینداری کے۔ ان میں سے کسی چیز کا وہاں وجود نہ تھا۔ کمالات فطری و جبلی جو انسان میں ہونے چاہیئے وہ بھی ان لوگوں میں نہ تھے۔ باستثنائے شجاعت و جرات کے جسکے بے محل استعمال کرنے سے مثل ان کے دوسری دوسری بداخلاقیوں کے شجاعت و جرأت کی نیک صفت بھی بدنام ہو گئی تھی۔ ایسی حالت میں کل کمالات انسانی، فطری و اکتسابی کا آپ کی ذات پاک میں پایا جانا ایسی حیرت انگیز بات ہے کہ بجز اس کے آپ کی نبوت کے ثبوت میں یہ بھی ایک معجزہ تھا اور کیا کہا جا سکتا ہے۔

آپؐ کسی مخلوق کی تعلیم کے احسان مند نہ ہوئے۔ اس پر کلام الٰہی شاہد ہے۔ [2] اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الاُ مِّیَ (جو لوگ پیغمبر نبی امی علیہ ﷺ کی پیروی کرتے ہیں)۔ لیکن الٰہی تعلیم نے [3] وَ عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمْ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكَ عَظِیْماً (اور اللہ نے تمہیں سکھایا جو تم نہیں جانتے تھے اور تم پر بڑا فضل خدا کا ہے)۔ علم اولین و آخرین کا عالم بتادیا۔ جیسا کہ [4] عُلِّمْتُ عِلْمَ الاَ وَّلِیْنَ وَالاٰ خِرِیْنَ (تجھ کو اولین و آخرین کا علم سکھایا گیا) سے ظاہر ہے اور تمامی محاسن اخلاق کے حصول کو بھی افضال خدا ہی کی طرف آپ نے منسوب فرمایا۔ اَدَّبَنِیْ [5] رَبِّیْ (مجھ کو میرے رب نے ادب سکھایا) اور اِنَّ اللّٰهَ [6] بَعَثَنِیْ لِتَمَامِ مَکَارِمِ الاَ خْلَاقِ وَکَمَالِ مَحَاسِنِ الاَ فْعَالِ (مجھ کو اللہ نے اچھے اخلاق و اعمال کی تکمیل کے لئے بھیجا) آپ کے کل اخلاق حمیدہ کا بیان نہ مجھ جیسے عاجز سے ہو سکتا ہے، نہ اس مختصر مضمون میں اسکی گنجایش ہے۔ لیکن بعض صفات حسنہ کو بے لکھے مضمون تمام کر دینے کو بھی دل نہیں مانتا۔

---

[1] سورۂ جمعہ رکوع ۱ [2] سورۂ اعراف رکوع ۱۹ [3] سورۂ نساء رکوع ۱۷
[4] حدیث شریف [5] حدیث شریف [6] مشکوٰۃ صفحہ ۴ چھاپہ میرٹھ

صبر : جنگ احد میں جب آپؐ کے چہرہ مبارک پر زخم پہونچا اور دندان مبارک سامنے کے شہید ہوئے، آپؐ کے اصحابؓ پر آپؐ کی تکلیف شاق گزری۔ انہوں نے کہا کاش آپؐ ان کفار پر بد دعا فرماتے۔ آپؐ نے فرمایا میں لعنت کرنیوالا نہیں آیا ہوں۔ میں (اللہ کی طرف) بلانیوالا ہوں (اللہ کی طرف) سے رحمت ہوں۔ اور یہ دعا فرمائی۔ یا اللہ میری قوم کو ہدایت فرما۔ کیونکہ یہ نہیں جانتے (کہ مخلوق کو اپنے خالق کی بندگی چاہیے یا دوسرے کی۔ اور پیغمبر سے محبت کرنی چاہیئے یا عداوت) اس واقعہ پر صبر اس تعلیم کے ساتھ تھا **فَاصْبِرْ**[۱] **كَمَا صَبَرَ اُولُو الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ** اور **فَاصْبِرْ**[۲] **صَبْرًا جَمِيْلًا**۔ (صبر کرو جس طرح پہلے بڑے صاحب ہمت پیغمبر ان صبر کرتے رہے ہیں۔ صبر کرو اچھا صبر)

عفو : ایک دن آپؐ ایک غزوہ میں تشریف لے گئے تھے۔ ایک درخت کے نیچے تنہا قیلولہ فرمایا۔ اصحابؓ بھی کچھ دور قیلولہ میں سوئے تھے۔ غورث بن حارث نے حضرت رسول اللہ ﷺ کو تنہا قیلولہ میں پاکر قتل کے لئے تلوار بلند کیا۔ آپ کی نظر اس وقت اس پر پڑی کہ وہ غفلت میں قتل کرنے کو ہاتھ اٹھا چکا تھا۔ اب آپؐ کو دیکھتے ہوئے پاکر کہنے لگا کہ اب مجھ سے تمہیں کون بچا سکتا ہے۔ آپؐ نے فرمایا، اللہ ! (اس کہنے کے ساتھ ہی) اس کے ہاتھ سے تلوار چھوٹ کر گر گئی۔ آپؐ نے اس تلوار کو لیکر فرمایا، اب (تو بتا) تجھے اب مجھ سے کون بچا سکتا ہے۔ اس نے کہا (میرے حق میں) تلوار ہاتھ میں لینے والوں میں سے آپ بہترین آدمی ہیں۔ آپؐ نے اس کو چھوڑ دیا۔ اور معاف کر دیا۔ اس کے بعد اس نے اپنی قوم میں جاکر کہا کہ میں اس وقت بہترین شخص کے پاس سے چلا آتا ہوں۔

آپؐ نے اس وقت بچانے والا اللہ تعالیٰ کو فرمایا۔ اس تعلیم سے کہ **يٰاَيُّهَا النَّبِيُّ**[۳] **حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ** (اے پیغمبر اللہ تمہیں کافی ہے اور مومنین میں سے جو تمہاری پیروی کریں ان کو بھی) اور **مَنْ يَّتَوَكَّلْ**[۴] **عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ** (اور جو اللہ پر بھروسہ کرے تو اللہ اُسے بس ہے یعنی مدد دینے والا) اور عفو فرمانا اس تعلیم سے **فَاعْفُ**[۵] **عَنْهُمْ وَاصْفَحْ** (عفو کرو اور درگزر کرو ان سے)

[۱] سورۂ احقاف رکوع ۴ [۲] سورۂ معارج رکوع ۱ [۳] سورۂ انفال رکوع ۸
[۴] سورۂ طلاق رکوع ۱ [۵] سورۂ مائدہ رکوع ۷

عبداللہ بن ابی منافق نے اس قدر آپؐ کے خلاف میں فتنہ و فساد اور حملے کئے کہ اس کے بیٹے حضرت عبداللہ بن عبداللہ سے بھی تحمل نہ ہو سکا اور مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے اسے روکا اور مقابلہ کیا۔ اصحابؓ تو اس کے قتل کر دینے ہی پر مستعد ہو گئے، لیکن آپؐ نے سب کو روکا اور منع فرمایا اور ہمیشہ اسکی شرارتوں سے درگزر اور اس پر عفو ہی فرماتے رہے۔

ایک بدوی نے آپؐ کی چادر مبارک اس زور سے جھٹکا دیکر کھینچا کہ اس چادر کے حاشیہ موٹا اور گفش ہونے کے باعث سے آپؐ کے دوش مبارک پر نشان پڑ گیا۔ پھر اس نے کہا کہ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے ان دونوں اونٹوں کو مال سے لاد دو۔ کون مال (نقل کفر کفر نہ باشد) جو نہ تمہارا نہ تمہارے باپ کا ہے۔ آپؐ نے ذرا ٹھہر کر فرمایا مال تو اللہ کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں اور فرمایا تجھ سے جھگڑیں گے جو (ظلم) میرے ساتھ کیا ہے۔ اس پر اس نے کہا نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کیوں؟ اس نے کہا اس لئے کہ تم برائی کا بدلہ برا نہیں کرتے ہو۔ اس کہنے پر اس کے آپؐ ہنس پڑے اور اس کے ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجور بار کرا دیا۔

ایسے جلیل الشان پیغمبر جن پر ایمان لانے اور مدد کرنے کے لئے گزشتہ انبیاء سے اللہ تعالیٰ کی طرف سے عہد لیا گیا ہو۔ **وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ [1] مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّحِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ** (الآیۃ) (اور جب اللہ نے پیغمبروں سے عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب و حکمت دوں پھر اس پیغمبر کو بھیجوں جو تمہاری کتاب کی تصدیق کرے تو ضرور چاہئے کہ تم اس پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو) جن کا ادب اصحاب اس قدر کرتے ہوں کہ مجلس میں اس طرح ساکت بیٹھتے ہوں کہ چڑیا آ کر سروں پر بیٹھ جائے، ان کے ساتھ ایک بدوی ایسی سخت کلامی سے پیش آئے اور وہ تحمل فرمائیں اور نیک سلوک فرمائیں۔ کتنا بڑا حلم ہے۔ یہ عظیم صفت اس آیت کے موافق ہے۔ **اِدْفَعْ بِالَّتِيْ [2] هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ** (بری باتوں کا جواب بہت اچھی بات سے دیا کرو) اس کے علاوہ بہت واقعات ہیں کہ بدویوں کے ظلم کا بدلہ نیکی ان کے ساتھ فرماتے رہے۔

---

[1] سورۂ آلِ عمران رکوع ۹

[2] سورۂ مؤمنون رکوع ۶

فتح مکہ کے روز جس طرح آپؐ نے دشمنوں پر پورا قابو ہو جانے کے بعد معافی اور آزادی عطا فرمائی ہے۔ وہ بے نظیر معافی ہے۔ یہ سب عفوودر گزر کے معاملات اس تعلیم الٰہی کے زیر اثر تھے۔ **خُذِا لْعَفْوَ** [1] **وَ امُرْ بِا لْعُرْفِ وَ اَعْرِ ضْ عَنِ الْجَا هِلِيْنَ** (اے پیغمبر عفو کرنا عادت کرو اور اچھے کام کا حکم دو اور جاہلوں سے کنارہ کرو

چشم پوشی و مروت : یہ صفت متعلق عفواور در گزر کے بھی ہے اور حیا کے بھی۔ اسلئے عفو کے تحت میں جو روایتیں لکھی گئیں، اس میں چشم پوشی کے متعلق بھی ہیں۔ آپ کی عادات شریفہ میں سے یہ بات تھی کہ بدی کے بدلہ میں کسی کے ساتھ بدی نہ کرتے۔ بلکہ اس سے در گزر اور چشم پوشی فرماتے۔ کئی روایتوں میں منقول ہے۔ **وَلاَ يَجْزِيْ بِا لسَيِّئَةِ السَّيِّئَةِ وَلٰكِنْ يَعْفُوْ وَ يَصْفَحُ** (بدی کا بدلہ بدی کے ساتھ نہ لیتے، لیکن عفو کرتے اور در گزر فرماتے)

زید بن سعنہ یہودی نے مسلمان ہونے کے پہلے آ کر حضرت رسول اللہ ﷺ پر اپنے باقی قرض کے ادا کر دینے کا تقاضہ کرتا ہوا آپ کے لباس کا دامن وغیرہ سب پکڑ کر کھینچا۔ اور کہنے لگا کہ تم لوگ اولاد عبد المطلبؓ نے وفائے عہد یا ادائے قرض میں مدت کو بڑھانے والے ہو۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس کو ڈانٹا اور تشدد سے بولنے لگے۔ حضرت نبی ﷺ ان دونوں کی باتوں پر تبسم فرما رہے تھے۔ پھر آپؐ نے فرمایا، اے عمر ہم اور وہ تمہاری ذات سے بہ نسبت اس بات کے دوسری بات کے زیادہ محتاج تھے۔ مجھے تو ادائے قرض کی خوش معاملگی کے ساتھ اور اس کو خوش اسلوبی سے تقاضہ و مطالبہ کیلئے تم مشورہ دیتے۔ پھر فرمایا۔ اس کے ادا کی مدت میں گو ابھی تین دن باقی ہیں۔ اس کا یہ قرض ادا کر دو اور اپنے ڈانٹنے دھمکانے کے مکافات میں بیس۲ صاع کھجور الگ سے زیادہ دیدو۔ یہ دیکھ کر زید مسلمان ہو گئے۔

حیا : یہ صفت بھی آپؐ میں بدرجہ کمال تھی۔ یہی وجہ ہے کہ اس شریف وصف کو آپؐ نے اس قدر عالی مرتبہ پر پہنچایا ہے کہ حیا کو ایمان کا جزو فرمایا ہے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یہ بھی صفات کمالات الٰہی میں سے ہے۔ حدیث شریف میں ہے۔ **اِنَّ اللّٰهَ يَسْتَحِيْ مِنْ ذِيْ الشَّيْبَةِ الْمُسْلِمِ اَنْ يُعَذِّ بَهٗ** (اللہ تعالیٰ حیا کرتا ہے مسلمان پکے بال والے سے، یہ کہ اس کو عذاب دے)۔

---

[1] سورۂ اعراف رکوع ۲۰

اور دوسری حدیث شریف میں ہے **اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی حَیِیٌ کَرِیمٌ یَستَحیِ اِذَا رَفَعَ الْعَبدُ اِلَیْہِ یَدَیْہِ اَنْ یَّرُدَّ ھُمَا صِفراً خَائِبَتَیْن** (بے شک اللہ تعالیٰ بڑی حیاوالا بڑا بخشش والا ہے۔وہ اس بات سے شرم کرتا ہے کہ بندہ جب اس کی طرف ہاتھوں کو (مانگنے کے لیے) پھیلائے تو وہ اس کو خالی پھیر دے)۔

اور اللہ تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کی نسبت فرمایا ہے **اِنَّ ذَالِکُمْ کَانَ یُؤْ ذِی النَّبِیَّ فَیَستَحیِ مِنْکُمْ** بے شک یہ بات پیغمبر کو ایذا دیتی ہے اور وہ تم سے شرم کرتے ہیں یعنی حیا کیوجہ سے کہتے نہیں ہیں)۔

حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ حضرت رسول ﷺ اس کنواری لڑکی سے بھی جو حجاب میں رہی ہو زیادہ باحیا تھے۔ آپ ایسی باتوں سے شرم کرتے تھے کہ کسی کے منہ پر کہدیں اور وہ شرمندہ ہو جائے، کسی کی ناشایستہ بات کی خبر آپ کو پہنچتی تو اس کا نام لے کر یہ نہ فرماتے کہ فلاں شخص کا یہ کیا حال ہے۔ بلکہ یوں فرماتے کہ قوم کو کیا ہوا کہ ایسا کرتے ہیں۔ یعنی صریح کسی کا نام لے کر اس کا عیب ظاہر کرنے سے خود حیا کرتے تھے کہ سننے کے بعد اس فاعل کو شرمندگی نہ ہو۔ کنایتہً فرماتے جسکو سن کر وہ متنبہ ہو جاتا۔

جود و کرم و سخاوت : یہ فطری اور جبلی صفت کمال انسانی سے ہے۔ یہ صفت آپؐ میں ایسی کامل تھی کہ نبوت سے پہلے کے واقعات میں سے ہے کہ آپ نے ایک ایک آدمی کو ایک ایک سو اونٹ عطا فرمایا۔ اور صفوان کو تو سو اونٹ دیکر پھر ایک سو اور تیسری بار پھر ایک سو۔ اس طرح اس ایک شخص کو تین سو اونٹ عطا فرمایا۔ ایک اعرابی کی حکایت اوپر گزر چکی کہ اس کے نہایت بے ادبانہ سخت درشت کلامی کے ساتھ اسکے ایک اونٹ پر جو اور دوسرے پر کھجور بار کر دیا۔

کسی سائل کے سوال پر نہیں کبھی نہ کہا۔ یعنی دینے سے کبھی انکار نہ فرمایا۔ ایک بار ایک آدمی نے آپؐ سے سوال کیا۔ آپؐ نے فرمایا (اس وقت) میرے پاس کچھ موجود نہیں ہے۔ لیکن تو میرے حوالہ پر (اپنی حاجت کی چیز) خرید لے۔ جب میرے پاس (مال) آجائیگا تو میں (اس کی قیمت) ادا کر دونگا۔ یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ ﷺ جس

چیز پر قدرت نہیں رکھتے اللہ تعالیٰ نے اس پر آپؐ کو مجبور نہیں کیا ہے۔ یہ بات ان کی آپؐ کو ناپسند ہوئی۔ (یہ دیکھ کر) ایک انصاری صحابی رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ خرچ فرمایئے اور صاحب عرش (خدا) کی طرف سے کمی ہونے کا ڈر نہ فرمایئے۔ (یہ سن کر) آپ کا چہرہ مبارک بشاش ہو گیا۔ اور تبسم کیسا تھ فرمایا۔ میں اسی بات پر مامور ہوں۔ اس ماموریت سے غرض اخلاق الٰہی کی الٰہی تعلیم ہے کہ ہر ایک کام آپؐ کا اس کے موافق ہوتا تھا۔ جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کَانَ خُلُقَهُ الْقُرْآن۔ آپ کا خلق (مطابق احکام) قرآن تھا۔

معاشرت: طرز معاشرت یا حسن معاشرت کہئے اس قدر سادہ اور تصنع و تکلف سے خالی اور جلیسوں اور ملاقات کے لئے آنے والوں کے ساتھ تلطف آمیز واقع ہوا تھا کہ جتنے لوگوں نے صاف دلی کے ساتھ ملاقات کی، وہ آپ کی شفقت و مہربانی کے گرویدہ ہوگئے۔ اچھی یا بری صفت ہر آدمی کی اسکے ساتھ چندے رہنے سے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد برے سے نفرت اور اچھے سے محبت والفت ہونا لازمی امر ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے آپ کی حلیہ و شمائل کی روایت کا یہ جملہ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حسن معاشرت کو پورا ظاہر کرتا ہے۔ مَنْ رَاٰهُ بِدَا هَةً هَا بَهٗ وَمَنْ خَالَطَهٗ مَعْرِ فَةً اَحَبَّهٗ (جس نے آپؐ کو بداھۃً دیکھا وہ ڈرا اور جو آپؐ سے ملا اُس نے آپؐ کو دوست رکھا)۔

یہ بھی حضرت علی کرم اللہ وجہ کی روایت سے ہے کہ آپ بڑے کشادہ دل اور (کلام میں وفائے عہد میں) بڑے سچے اور نہایت نرم طبیعت والے، لوگوں کے ساتھ معاشرت میں بڑے کریم الاخلاق تھے۔ آپؐ کی کشادہ دلی کی نسبت قرآن شریف میں ہے۔ فَلاَ یَکُنْ فِی صَدْرِکَ حَرَجٌ مِنْهُ (پس اس سے تمہیں تنگ دل نہ ہونا چاہئے)۔

ایک بار آپؐ حضرت سعد بن عبادہ کے مکان پر اُن کی عیادت کو تشریف لے گئے۔ جانے کے وقت حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ آپؐ کے ردیف تھے۔ معاودت کے وقت حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے گدھے کی پیٹھ پر بجائے زین کے چادر تہہ کی ہوئی ڈال کر آپؐ کی سواری کے لئے حاضر کیا۔ اس غرض سے کہ یہاں سے آپؐ بہ آرام تنہا سوار ہو کر

تشریف لے جائیں۔ اور اپنے بیٹے قیس رضی اللہ عنہ کو یہ کہا کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کو پہنچانے ساتھ جاؤ۔ وہ ساتھ چلنے لگے تو آپؐ نے فرمایا کہ میرے ساتھ اس گدھے پر سوار ہو جاؤ۔ انہوں نے انکار کیا تو فرمایا کہ اس گدھے پر سوار ہو کر چلو نہیں تو پھر جاؤ۔ یعنی ان کا پیادہ ساتھ ساتھ چلنا آپؐ نے پسند نہ فرمایا۔ اصحاب کے ساتھ تلطف و مہربانی فرمانے سے ان کی الفت کو بڑھاتے رہتے اور کبھی بھی اُن کے ناگوار خاطر کام نہ کرتے اور اس سے اُن میں نفرت نہ دلاتے۔ قوم کے شریف و کریم کا اکرام اور بچوں پر شفقت فرماتے۔ کہیں کا عامل بنانا ہوتا تو کریم الاخلاق شخص کو یہ عہدہ عطا فرماتے ، تاکہ لوگوں کو اُس سے نفع حاصل ہو اور رنج نہ پہنچے۔ اصحاب رضی اللہ عنہم میں سے کوئی شخص اگر دن بھر نہ آتے تو اُن کی کھوج کرتے۔ کیوں نہ آئے۔ اگر وجہ نہ ظاہر ہوتی تو خود اُن کے گھر تشریف لے جاتے۔ یا کسی کو بھیجتے جس سے حال معلوم ہو جائے۔ اصحاب کو (جس مرتبہ کے تھے خدا اور رسول ﷺ کی محبت میں مزید ثواب میں) اُن کے لائق بیٹھنے کی جگہ مجلس شریف میں عطا فرماتے۔ اور کچھ اس طرح کی مہربانی و لطف سے پیش آتے کہ ہر واحد اُن کا یہی سمجھتا کہ سب سے زیادہ آپؐ مجھی پر مہربان ہیں۔ کوئی ان میں سے کچھ بات کہنی چاہتا تو بہ توجہ سنتے۔ اور جب تک وہ خود بات تمام نہ کرے اور دوسری طرف رخ اپنا نہ پھیرے۔ آپؐ اُسکی طرف سے اپنی توجہ کو نہ پھیرتے۔ کوئی شخص سرگوشی سے کچھ بولنے لگتا تو جب تک وہ سر نہ ہٹاتا آپؐ اپنا سر مبارک نہ ہٹاتے۔ اگر کوئی آپؐ کا دست مبارک تھام لیتا (کچھ بات کرنے کو) تو آپؐ اس کا ہاتھ نہ چھوڑتے۔ جب تک کہ وہ خود آپؐ کا دست مبارک نہ چھوڑے۔ ہم جلیسوں میں (صف سے آگے نکلا ہوا) کوئی کچھ سوال کرتا تو اس کو رد نہ فرماتے بلکہ یا تو پورا کر دیتے یا آئندہ کا وعدہ فرماتے۔ وغیرہ باتوں سے اُس کی تسکین خاطر فرما دیتے۔ کیونکہ یہ الٰہی تعلیم تھی۔ **وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْهُمُ ابْتِغَاءَ رَحْمَةٍ مِّنْ رَّبِّكَ تَرْجُوْهَا فَقُلْ لَّهُمْ قَوْلًا مَّيْسُوْرًا**[1] (پاس کچھ نہ ہونے کی صورت) میں اگر ان (سائلین مستحقین) سے اعراض کرنا چاہتے ہو خدا کی رحمت (مال پہنچ جانے) کی امید رکھتے ہوئے تو اُن سے نرمی سے بات کہدو (آیندہ کا وعدہ وغیرہ مناسب حال) آپؐ کے یہ کریمانہ شفقت سے بھرے اخلاق

---

[1] سورۂ بنی اسرائیل رکوع ۳

ایسے عام طرح پر وسیع ہو گئے تھے کہ پدر مشفق سے بھی بڑھ کر آپ شفقت فرماتے تھے۔ اسی لئے آپ اَشفَقُ مِنَ اْلاَ بوَ ینِ کہلاتے ہیں۔ اصحاب وغیرہ دوست سے لیکر دشمن تک سب سے بشاش چہرہ نرم مزاجی کے ساتھ ملتے۔ نہ منہ بنا کر، نہ بد زبانی سے، نہ سختی کے ساتھ، نہ کسی کو برا کہتے ہوئے، نہ گالی دیتے، نہ فحش بولتے ہوئے، نہ کسی کا عیب بیان کرتے ہوئے، نہ مدح سرائی (خوشامدانہ) کرتے ہوئے نہ سختی اور برائی کرتے کیوں کہ وہاں توکل تعلیم الٰہی تھی اور اخلاق الٰہی سے متصف تھے۔ اللہ تعالیٰ کی صفت ہے۔ وَمَا رَبُّكَ [1] بِظَلاَّمٍ لِّلْعَبِيْد (تمہارا رب بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں ہے)۔ تو اس کے وہ پیغمبر کہ اس کی صفات کمالات کے مظہر اتم تھے اُن سے ظلم یا سختی و درشتی کیونکر صادر ہو سکتی تھی۔ کسی کی کوئی بات، بری معلوم ہوتی تو اسکی طرف سے تغافل فرمایا کرتے، تاکہ وہ یہ جان کر کہ آپ مطلع ہو گئے ہیں شرمندہ نہ ہو۔ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ میں نے دس برس تک نبی ﷺ کی خدمت کی ہے۔ کبھی (کسی بگڑے ہوئے میرے کام پر) آپ نے ہرگز اف نہ کیا۔ کرنے پر یہ نہ کہا کہ یہ کام کیوں کیا۔ نہ چھوڑ دینے پر یہ کہا کہ کیوں چھوڑ دیا۔ مجھ سے کام اچھا ہوتا تو خوش ہوتے اور اگر کام برا ہوتا تو فرماتے۔ تقدیر میں یہ ہی ہونے والا تھا۔ لیکن یہ حکم کہ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ [2] (اور سختی کروان پر) یا وَلْيَجِدُوْا [3] فِيْكُمْ غِلْظَةً (تاکہ وہ لوگ تم میں سختی پائیں)۔ تو یہ حکم سختی کا اُن کفاروں کے حق میں تھا جو قتال وجدال مسلمانوں سے کیا کرتے اور ظلم وزیادتی کرتے رہتے تھے۔ ان کے حق میں سختی ہی کی ضرورت تھی، ورنہ دین اسلام کو وہ لوگ دنیا سے مٹا چھوڑتے۔ سختی کی جگہ بھی نرمی یا نرمی کی جگہ بھی سختی صفت کمال نہیں ہے۔ بلکہ عیب ہے۔ سختی و نرمی کا اپنے اپنے محل و موقع میں ہونا بھی صفت کمال ہے۔

حضرت عایشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ آپؐ اپنے ذاتی کاموں میں کبھی غصہ وغضب نہ فرماتے۔ آپؐ کا غضب و غصہ جب ہوتا تو حق اللہ کی حمایت میں۔ مجلس میں اپنی نشست کے لیے نہ کوئی جگہ ممتاز فرماتے، نہ کبھی مسند و گاؤ تکیہ رکھا۔ مہمان کے اکرام میں اس کو تکیہ عطا فرماتے۔

[1] سورۂ حمٓ سجدہ رکوع ۶ [2] سورۂ توبہ رکوع ۱۰ [3] سورۂ توبہ رکوع ۱۶

لوگوں کی دعوت قبول فرماتے۔ لونڈی غلام بلاتا، یا آزاد، غریب ہوتا یا امیر۔ ہدیہ قبول فرماتے۔ اگرچہ قلیل چیز ہوتی یا بظاہر حقیر۔ بیمار کی عیادت کرتے اگرچہ دور شہر کے کنارہ پر جانا ہوتا۔ جنازہ پر لوگوں کے موجود ہوتے۔ کوئی بھی ملاقات کو آتا تو سلام میں پیش قدمی فرماتے۔ اصحاب رضی اللہ عنہم سے مصافحہ کے لئے ابتدا فرماتے۔ اصحاب کے اکرام کی غرض سے اُن کی کنیت مقرر فرماتے اور جس لقب یا نام یا کنیت کو وہ لوگ پسند زیادہ کرتے تھے، اس سے اُن کو پکارتے جس سے انکا اکرام ظاہر ہوتا۔ کسی کی بات کو کاٹ کر بات نہ کرتے مگر جب وہ حد سے تجاوز کرتا تو اس کو بولنے سے روکتے یا چلے جانے کو فرماتے۔ کوئی اگر کچھ حاجت لے کر ایسے وقت آپؐ کے پاس آکر بیٹھ جاتا کہ آپؐ نماز میں ہوتے تو نماز میں تخفیف کر کے جلد تمام کرتے اور اسکی حاجت کو پوچھتے۔ فراغت کے بعد پھر نماز میں مشغول ہو جاتے۔ کسی لڑکے کی آواز رونے کی نماز کے اندر گوش مبارک تک پہنچتی تو بھی نماز جلد تمام کرتے، تاکہ اسکے رونے کا سبب دریافت فرمائیں۔ کبھی منھ بنائے نہ رہتے۔ ہمیشہ متبسم رہتے۔ مدینہ طیبہ کے لونڈی، غلام برتنوں میں تبرک کی غرض سے پانی صبح کی نماز کے وقت لاتے، تو جو کوئی پانی لاتا آپ اپنا دست مبارک اس پانی میں ڈوبا دیتے۔ غایت یہ کہ جاڑے کے دنوں میں اکثر ایسا ہوا کرتا تھا۔ یہ آپ کے کمال رحمت و شفقت کا باعث تھا کہ جاڑے کی سردی کی تکلیف گوارا فرماتے، لیکن اُن غریبوں کو مایوس نہ پھیرتے۔

عام شفقت آپؐ کی امت پر : امت کے حال پر اس قدر شفقت فرماتے کہ بہت باتوں کو محض شفقتاً منع فرمایا۔ مسواک کرنے کے طریقہ میں دانتوں کے طول میں منع فرمایا۔ اس لئے کہ اس صورت میں مسوڑھوں کے زخمی ہونیکا اندیشہ ہے۔ تراویح کی جماعت کو تین یا چار دن کے بعد آپؐ نے ترک فرمادیا، امت پر فرض ہو جانیکے خوف سے۔ اسی طرح خانہ کعبہ میں دخول حج الوداع میں اختلاف ہے کہ آپ داخل ہوئے یا نہیں۔ انکار کرنیوالے کہتے ہیں کہ یہ مصلحت تھی کہ لوگ اس کو مناسک حج میں نہ شمار کرنے لگیں اور مشقت میں نہ پڑ جائیں اسی طرح صوم وصال اور صوم دھر سے بھی شفقتاً منع فرمایا۔

ہر وضو میں مسواک کرنے کا حکم نہ دیا اس لئے کہ یہ مشقت کا باعث ہو گا۔

تواضع و فروتنی : حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ عصا کے سہارے سے باہر تشریف لائے تو ہم لوگ تعظیم کو کھڑے ہو گئے۔ آپ نے فرمایا نہ کھڑے ہو جس طرح عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جایا کرتے ہیں۔ لیکن اخلاق و محبت سے آنیوالے کے لیے کھڑے ہونا یہ خود آپؐ کی صفات میں سے ہے۔ حضرت سیدتنا فاطمہ رضی اللہ عنہا جب تشریف لاتی تھیں تو آپؐ کھڑے ہو جاتے اور اپنی جگہ پر اُنکو بٹھلاتے۔ ایک بار آپ کی دودھ پلانیوالی ماں کے شوہر ملاقات کو آئے تو آپؐ نے کپڑے کا ایک گوشہ اُن کے لیئے بچھادیا۔ وہ اُس پر بیٹھ گئے تو دودھ پلانیوالی خود بھی تشریف لائیں تو کپڑے کا دوسرا گوشہ اُنکے لیے بچھادیا۔ اُنکے بیٹھنے کے بعد آپؐ کے رضاعی بھائی تشریف لائے تو آپؐ کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے سامنے آگے اُن کو بٹھایا۔

عدی بن حاتم کہتے ہیں میں حاضر ہوا تو آپؐ نے فرمایا کون شخص ہے میں نے عرض کیا عدی بن حاتم۔ آپ کھڑے ہو گئے۔ اور اپنے مکان میں مجھے لے چلے کہ ایک ضعیفہ عورت مل گئی۔ اُس نے اپنی بات اور کام میں دیر تک روک رکھا۔ میں نے اپنے دل میں کہا واللہ آپ بادشاہ نہیں ہیں۔ بعد اسکے مجھے مکان میں لے گئے اور تکیہ یا بچھاون چمڑے کا جس میں کھجور کا ریشہ بھرا ہوا تھا، لیکر بڑھایا۔ کہ اس پر بیٹھو اور خود زمین پر بیٹھ گئے۔ میں بھی اس طرح بیٹھا کہ وہ وسادہ میرے اور آپ کے بیچ میں آ گیا۔ اور میں آپؐ کے اس مکارم اخلاق پر غور کر رہا تھا۔ اور دل میں کہتا تھا۔ خدا کی قسم یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ آپ اخلاق سے تکیہ بڑھا دیتے۔ اگر کوئی اُس پر بیٹھنے یا اسکے لینے سے انکار کرتا تو قسم دیتے کہ اس کا استعمال کرے۔

نجاشی بادشاہِ حبش کے یہاں سے وفد آیا تھا۔ اسکی خدمت کیلئے آپؐ بنفس نفیس مصروف ہوئے۔ یہ دیکھ کر اصحاب نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ہم لوگ کافی ہیں، ان کی خدمت کے لیئے۔ آپؐ نے فرمایا۔ ان لوگوں نے میرے اصحاب کا اکرام کیا تھا۔ میں اُس اکرام کا بدلہ اُن کے ساتھ (اکرام کرنا) پسند کرتا ہوں۔ اصحاب رضی اللہ عنہم کے مجمع میں کبھی

آپؐ پاؤں پھیلا کر نہ بیٹھے، نہ لیٹے، مگر خاص لوگوں کیساتھ۔ جس روایت میں ہے کہ ایک پاؤں کو دوسرے پاؤں پر رکھے ہوئے تھے۔ اس طرح لیٹنا دوسرے جلیل القدر اصحاب رضی اللہ عنہم سے بھی ثابت ہے۔ لیکن آجکل کے جاہل فقرا اس ہیأت سے لیٹنے کو منحوس جان کر منع کیا کرتے ہیں۔ روایت متعددہ سے ثابت ہے کہ آپؐ اپنے کپڑے میں پیوند خود لگا لیتے۔ اپنی بکری سے خود دودھ دوہ لیتے، نعلین کو ٹانک لیتے، اپنے سواری کے جانوروں کا پاؤں چھاندتے، چارہ گھانس خود دیتے، مکان کو صاف کر لیتے، اپنا کام خود کر لیا کرتے، غلام اور خادم کے اوپر سے کام کا بوجھ ہلکا کر دینے کی غرض سے اس کے کام میں شریک ہو کر اُس کا ہاتھ بٹاتے۔ اُس کے ساتھ آٹا گوندھ دیتے اور خمیر کر دیتے۔ اور خادم کیساتھ بیٹھ کر کھانا نوش فرماتے، بیمار مسکینوں کی عیادت کو جاتے، فقرا کے ساتھ بیٹھتے۔ ایک عورت جسکی عقل کچھ خبط تھی آ کر آپؐ سے کہنے لگی۔ مجھے آپؐ سے کچھ کام ہے۔ آپؐ نے فرمایا اے ام فلاں (راوی کو اس کا نام یاد نہ رہا اکثر لوگوں کا قول ہے کہ اس کا نام ام زفر تھا) مدینہ کی جس راہ میں تو چاہے۔ میں تیرے پاس بیٹھ جاؤنگا۔ پھر وہ بیٹھ گئی۔ آپؐ بھی اُس کے پاس بیٹھ گئے۔ اُس نے عرض کیا مجھے صرع کا دورہ ہوتا ہے۔ آپؐ میرے حصول صحت کیلئے دعا فرمائیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ میری مدح وصفت ایسی نہ بڑھا جیسی کہ ابن مریم (حضرت عیسےٰ علیہ السلام) کی مدح میں مبالغہ عیساؤں نے کیا۔ (یعنی خدا بنادیا)

کسی نے آپؐ کو **یَا خَیرَ اُلبرَیَّہ** (اے سردار خلق کے) کہا تو اُسے آپ نے فرمایا **ذَاکَ اِبرَا ھِیمُ** (ایسے تو حضرت ابراہیم تھے) علیہ السلام۔ آپکا خیر خلق اللہ ہونا تو یقینی ہے، لیکن ایسا کہنے سے منع فرمانا محض تواضع نفس سے تھا۔

عفت : آپؐ کے دست مبارک نے کسی اجنبی عورت کا ہاتھ نہ چھوا۔ عورتوں کی بیعت کے بارے میں کسی روایت میں ہے کہ آپؐ نے عورت سے مصافحہ کرنے سے انکار فرمایا۔ کسی روایت میں ہے کہ اپنے ہاتھ پر کپڑا رکھ لیا اور فرمایا کہ میں عورتوں سے مصافحہ نہیں کرتا ہوں۔ کسی روایت میں ہے عورتوں کی بیعت کیوقت ایک طرف ظرف میں پانی کے اندر اپنا دست مبارک ڈوباتے تھے۔ دوسرے کنارہ پر اسی پانی میں بعیت کرنے والی عورت اپنا ہاتھ ڈباتی تھی۔

عدل وانصاف : عدل کرنے کا خیال آپ کو تمام تر تھا۔ لیکن خیبر کی غنیمت یا یمن سے

آئے ہوئے مال کی تقسیم کرتے وقت ایک آدمی نے کہا کہ عدل کیجئے یہ تقسیم لوجہ اللہ نہیں ہے۔ تو اس کے جواب اور اسکے جہالت کے اظہار میں اس سے زیادہ نہ کہا کہ اگر میں نہ عدل کرونگا تو اور کون عدل کریگا۔ اگر میں عدل نہ کروں تو گھاٹے میں تو پڑ جائے اور نقصان اٹھائے۔ یہ معنی بھی ہو سکتے ہیں کہ اگر میں عدل نہ کروں تو (خلاف حکم خدا کرنے سے جس نے حکم دیا ہے اعدلو) نقصان اٹھاؤں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ مجھے حکم دیجئے کہ اس کو قتل کر دوں (منافق سمجھ کر) آپؐ نے فرمایا معاذ اللہ لوگ بولنے لگیں گے کہ اپنے اصحاب کو قتل کرتے ہیں۔

وقار: آپؐ میں وقار کی صفت بھی کمال درجہ پر تھی۔ بغیر ضرورت ہرگز کلام نہ فرماتے اور ساکت رہا کرتے۔ آپؐ کے وقار کے اثر سے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم سے **وَ تُوَقِّرُوْہُ**۔ آپؐ کی مجلس شریف اس قدر موقر تھی کہ اصحاب رضی اللہ عنہم اس خوف سے کہ بے محل نہ بول اٹھیں، منہ میں پتھر رکھ کر بیٹھتے اور اس طرح ساکت اور ساکن رہتے کہ وحشی چڑیا گویا ان کے سروں پر ہے۔

آپؐ کے کلام میں یہ وقار تھا کہ ٹھہر ٹھہر کر بولتے۔ آپؐ کی آواز سے بڑھا کر کوئی نہ بولتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے منع فرمادیا ہے۔ **یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ** (اے وہ لوگ کہ ایمان لائے اپنی اپنی آوازوں کو نہ بڑھاؤ پیغمبر کی آواز پر)۔

زہد: بھوک کی شدت میں شکم مبارک پر پتھر باندھ لیتے لیکن افلاس کی کبھی شکایت نہ کرتے۔ سوال سے کبھی روزی حاصل نہ کی۔ تین دن تک پیہم ایک ہی قسم کا کھانا کھانیکی نوبت نہ آئی۔ شکم سیر ہو کر نہ کھاتے۔ غذا بقدر کفایت کرتے۔ غذا میں اکثر جو کی روٹیاں ہوتیں۔ کبھی ستو، کبھی پانی اور کھجور، کبھی سوکھی روٹی کے ٹکرے پر کھجور رکھ کر تناول کرتے اور فرماتے ھذہ بھذہ۔ برابر مہینہ دو مہینہ تک مکان میں کھانا پکانے کو آگ نہ سلگتی تھی۔ مکان میں رکھا ہوا نہ کبھی ایک کف دست ستو پایا گیا، نہ مٹھی بھر آٹا۔ کھانیکی چیزوں کا عیب ظاہر نہ فرمایا، بدذائقہ نہ بتایا۔ خواہش ہوتی تو کھاتے نہیں تو چھوڑ دیتے۔ اسکی مذمت نہ کرتے، ٹھنڈے پانی کی طرف رغبت فرماتے۔ پانی کے درمیان دوبار دم لیتے۔ لباس میں زیادہ پسند آپ کو قمیض اور چادر یمانی تھی۔

موٹا گفش کپڑا پہنتے۔ صوف کا (اونی) لباس اور تحفہ میں آیا ہوا شامی جبہ بھی پہن لیا کرتے۔ عمامہ پہنتے اور اس کا شملہ پیٹھ پر ڈالتے۔ اکثر مقنع رہتے۔ ازار نصف ساق تک رکھتے۔ نعلین سیتے اور جاڑے کے دن میں موزے پہنتے اور وضو میں موزے پر مسح کرتے۔ وفات کے وقت تک آپؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس چند صاع جو یا گیہوں پر گرو تھی۔ کم سوتے اور سونے کے وقت دستِ راست رخسارہ کے نیچے پہلوئے راست پر سوتے۔ سونے کے پہلے معمول تھا کہ تین تین بار سرمہ آنکھوں میں لگاتے۔

عبادت : اصحاب کا قول ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے روزہ (کی کثرت) دیکھ کر ہم لوگ سمجھتے کہ اب کبھی افطار نہ کریں گے۔ پھر (آپ برابر) افطار کرتے تھے۔ یہاں تک کہ ہم لوگ کہنے لگتے تھے کہ آپ روزہ نہ رکھیں گے۔ ہر مہینہ میں تین تین روزہ رکھتے۔ تہجد کی نماز میں اسی طرح رات بھر کھڑے نماز پڑھنے سے پائے مبارک ورم کر جاتے اور سوتے ہی نہیں۔ لوگ کہتے اس قدر مشقت کیوں اُٹھاتے ہیں۔ آپؐ کے تو پہلے پچھلے گناہ بخشے ہوئے ہیں تو آپؐ فرماتے کیا میں شکر گزار بندہ نہ بنوں۔ کبھی سو اُٹھ کر پڑھتے۔ کبھی ایک آیت کی تکرار میں رات تمام ہو جاتی۔

اللہ تعالیٰ سے خوف ورجا : اللہ تعالیٰ سے اُمیدواری اس درجہ تھی کہ اذان کے بعد کی دعا میں مقام وسیلہ قیامت میں آپ کے ذات پاک کے واسطے مانگنے کو تعلیم فرماتے ہوئے یہ بھی فرمادیا تھا کہ یہ ایک مقام ہے، جو بندگانِ خدا میں سے ایک بندہ کو ملے گا۔ اور اُمید کرتا ہوں کہ وہ بندہ میں ہونگا۔ اسی طرح شفاعت کبریٰ کے اذن ملنے کی کامل اُمیدواری تھی کہ آپؐ کے سوا کسی دوسرے کو پہلے شفاعت کا اذن نہ ہوگا۔ اسکے ساتھ ہی خدا کا خوف اتنا زیادہ تھا کہ نماز پڑھنے میں خدا کے خوف سے یا غلبۂ شوق و شوقِ مشاہدۂ حق تعالیٰ سے سینہ مبارک سے آپؐ کے آواز آتی تھی۔ جس طرح دیگ، آگ پر چڑھی ہوئی، سے پانی کے جوش کھانے کی آواز آتی ہے ہر روز ستر بار یا سو بار (باختلاف روایت) استغفار کرتے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

قسم خدا کی اگر تم جانتے ہوتے جو کچھ میں جانتا ہوں۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت اور اسکے کمال غنا کی صفت) تو خوف سے تم ہنستے کم اور روتے بہت اور عورت سے حظ نہ حاصل کرتے۔ اور مکان سے باہر نکل جاتے۔

ایک حدیث کا ٹکڑا یہ ہے کہ آپؐ نے فرمایا میں نہیں جانتا ہوں، حالانکہ میں اللہ کا رسول ہوں کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا ؟ساتھ اسکے آپؐ نے اپنے رسول ہونے کو بھی فرمایا۔ پھر بھی اس قدر خوف کا اظہار فرمایا، وجہ یہ ہے کہ جس قدر قرب و قبول تھا اسی قدر زیادہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا عرفان بھی تھا۔ اس کے مقتضا سے خوف بھی زیادہ ہونا چاہئے تھا۔ کسی نے کہا ہے ع نزدیکاں رابیش بود حیرانی۔

مسلمانو! اگر چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ تمہیں دوست بنالے تو اپنے پیغمبر سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کے ان خصائل حمیدہ کو اپنے میں پیدا کرو۔ انہیں خصائل کے بدولت سالکِ طریقت، عارف باللہ، صوفی، فقیر کامل، درویش، ولی اللہ، مومنِ کامل کے معزز القاب سے ملقب ہو سکتے ہو۔ بغیر اس کے ہرگز اپنے اپنی موجودہ حالت سے ترقی نہیں کر سکتے۔

معذرت : جس شرح و بسط سے ایک ایک صفت کو بیان کرنا میں نے شروع کیا تھا اور آیات کریمہ واحادیث شریفہ سے ثبوت اور اہل طریقت میں سے مفسرین کی تاویل آیات کی نقل لکھنا چاہتا تھا۔ وقت کی تنگی نے تمام تک نہ پہنچنے دیا۔ یہاں تک مجرد اردو ترجمہ پر کفایت کیا۔ اور احادیث کا حوالہ بھی نہ لکھ سکا۔ علماء کو تو حوالہ کی ضرورت نہیں اور عوام کو اس سے کوئی بڑا فائدہ متصور نہیں۔ بہت سے اوصاف کے بیان سے، میں قاصر رہا۔ وقت ملتا بھی تو میں بالا ستعیاب لکھ بھی نہیں سکتا۔ اور اپنی عمر صرف کر دینے پر قادر نہ ہو سکتا اور یہی کہنا ہوتا۔

دفتر تمام گشت و بہ پایان رسید عمر من ہمچناں در اول وصف تو ماندہ ایم

محمد بن محمد بن محمد

"خلق اگر پُرسند از نامم عیاں سازم ترا"

نعت

جناب جمال احمد صاحب جمالؔ
کراچی (پاکستان)

پھر تصور میں رخ روشن و تاباں آیا
عالم درد میں کیا صورتِ درماں آیا

اسم محبوب کے آتے ہی زباں پہ اپنی
اک چمکتا ہوا موتی سر مژگاں آیا

دربدر شوخیٔ ارباب ستم کے ہاتھوں
بے سکوں دل تھا تہہِ سایۂ داماں آیا

دل یہ پابند رہا حد ادب کا لیکن
وجد میں شدت جذبات کا طوفاں آیا

ظلمت جہل تھی بے نور تھا انساں کا وجود
اس زمیں پر شرفِ زیست کا ساماں آیا

دل ہے نازاں کہ ملی خوئے وفا کی معراج
کوئے محبوب میں جب چاک گریباں آیا

گو تہی دست گیا شہر پیمبرؐ کو جمالؔ
دل میں ایمان کے لئے شمع فروزاں آیا

قطعات

محمد ناظم اجنبی
خانقاہ سلیمانیہ، پھلواری شریف، پٹنہ

خدایا دل میں مرے اک نیا ارمان پیدا کر
صداقت اور حق کی قلب میں پہچان پیدا کر
عمل سے دور ہوں کوسوں مسلماں نام کا ہوں میں
مرے دل میں کمالِ بندگی کی شان پیدا کر

سیرت خوب کہاں سے لاؤں
صبرِ ایوب کہاں سے لاؤں
دِل مرا جیسا طلب کرتا ہے
ویسا محبوب کہاں سے لاؤں

مسلماں راہ سے بھٹکے ہوئے ہیں
خدایا راہ پر ان کو تو لا دے
لبِ ناظم پہ ہر دم یہ دعا ہے
اِنہیں آپس میں یارب تو ملا دے

منقبت

حضرت قطب الاقطاب مولانا سیّد محمد وارث رسولنما بنارسی قدس سرہ

(از حضرتؒ مولانا سید شاہ محمد وجہ اللہ قادری المتخلص بہ عاطفؔ پھلواروی)

باغ وارث کا ہے اور باد صبا وارث کی
دلکش و گلفشاں انداز و ادا وارث کی

ضامنِ فوزِ دو عالم ہے دعا وارث کی
ہر نظر فیض رساں عقدہ کشا وارث کی

صاحب نسبتِ سلطان دو عالم ہیں جب
بخشش شاہ مدینہ ہے عطا وارث کی

وارث علم ومقامات نبی ہیں جو وارث
رحمت عالم ہے ہستی بخدا وارث کی

ظلمتِ کفر چھٹی حق کی طلب دل سے لگی
معبد شرک میں پھیلی جو ضیاء وارث کی

حاضر در ہے غلام شہ وارث عاطفؔ
دل سے نکلی ہے صدا اعطینی یاوارث کی

منقبت حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ

ماخوذ "الوارث"

منم ادنیٰ گدائے غوث الاعظمؒ
فقیرم بارگاہ غوث الاعظمؒ

ہمہ شاہاں غلام آستانش
عجب ذی شاں جاہِ غوث الاعظمؒ

شہ بغداد توئی دستگیرے
توئی مشکل کشاءِ غوث الاعظمؒ

ندارد آں سفینہ خوفِ طوفاں
کہ دارد نا خداءِ غوث الاعظمؒ

تو آلِ مصطفےٰ شمسِ ولایت
محی الدین شاہِ غوث الاعظمؒ

زعصیاں پاک کردے مجرماں را
بہ فیض یک نگاہِ غوث الاعظمؒ

مکرمی تسلیم

سہ ماہی مجلّہ "لوح و قلم" کا پہلا شمارہ موصول ہوا۔ تہہ دل سے شکر گزار ہوں۔ یہ مجلّہ وقت کے ایک اہم تقاضے کو پورا کرتا ہے، کہ "المجیب" کی اشاعت بند ہونے کے بعد خانقاہ کے ایک ترجمان کی ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی، پہلا شمارہ مواد و ترتیب، دونوں اعتبار سے متاثر کن اور جاذب قلب و نظر ہے۔

"آثار علمیہ" کے تحت جناب حضور رحمتہ اللہ علیہ کی تحریر براہ راست دل پر اثر کرتی ہے، حالانکہ "اخلاص نیت" کے موضوع پر چیزیں پہلے بھی چھپتی رہی ہیں، لیکن جذبِ دروں کی یہ کیفیت، اس سے پہلے کبھی محسوس نہیں ہوئی۔ یہ صرف رموزِ قلم کا نتیجہ نہیں، بلکہ یہ مصنفِ کے اپنے خلوصِ نیت کا مظہر ہے۔

آثار علمیہ کے تحت ایسے مزید تبرکات شائع کریں۔

(i) حضرت سلطان المشائخ اور (ii) پھلواری میں عہد غالب کی اردو نثر پر، مولانا شاہ محمد آیت اللہ قادری کے مفید اور معلوماتی مقالات سے مجلّے کا مزاج و منہاج بھی متیقن ہو تا ہے۔ خاص طور پر "عہد غالب کی اردو نثر" پر ان کا مقالہ دیکھ کر یہ احساس ہوا کہ آپ اس پرچے کو "المجیب" ہی کی طرح نیم مذہبی اور نیم ادبی رکھیں گے۔ یہ معتدل اور متوازن ادارت کا اچھا نمونہ ہے۔ آج کی تاریخ میں غالبیات میں کوئی اضافہ کرنا، ماہرین غالبیات کے لئے بھی مشکل تر کام ہے۔ لیکن اس مقالے میں خاص طور پر بہار کے حوالے سے "عہد غالب کی اردو نثر" کو ایک نئی جہت سے دیکھنے کی کوشش ضرور کی گئی۔

"فریضہ حج" پر حضرت مولانا شاہ ہلال احمد قادری کا مقالہ، ماہ ذی الحجہ کی مناسبت سے بہت Relevant ہے۔ حج بیت اللہ کے حوالے سے، اسلام میں اجتماعیت کی اہمیت پر، انہوں نے جو زور دیا ہے، دراصل وہی فریضہ حج کی روح بھی ہے اور اس مقالہ کی جان بھی۔ قدسی کی معروف فارسی نعت پر ڈاکٹر شاہ فتح اللہ قادری کی تخمیس، ایک روح پرور اور کیف آگیں جذبہ کا اشاریہ ہے۔ فارسی کا ذوق رکھنے والے یقیناً اس "قندپارسی" سے لطف اندوز ہونگے۔ فارسی زبان کے ساتھ، یہ اس پاکیزہ جذبہ کا بھی احیا ہے، جو عشق رسول ﷺ سے مملو اور سرشار ہے۔ ڈاکٹر فتح....: اِدھر بھرپور طور پر توجہ دیں تو نعتیہ ادب میں اُن کا یہ Contribution یاد رکھا جائیگا۔

مجموعی طور پر شمارہ بہت پسند آیا۔ اِس بہترین آغاز کا سلسلہ، خدا کرے، دراز تر ہو!!!

رضوان اللہ آروی

شعبۂ اُردو و فارسی، ایم۔ ایس۔ کالج

موتیہاری، ضلع مشرقی چمپارن (بہار)

عزیز گرامی! السلامُ علیکم۔

دارالعلوم مجیبیہ کا ترجمان "مجلّہ لوح و قلم" کا اولین شمارہ ملا۔ یادآوری کا شکریہ۔

ادبی، علمی، اور مذہبی رسائل و مجلّات کی اشاعت واقعی بہت ہمّت کا کام ہے، آپ کی ہمت وجدان حوصلگی قابل قدر ہے، اس مجلّہ کی اپنی کچھ انفرادی خصوصیات بھی ہیں۔ اسکے صفحات آثار علمیہ، گوشۂ اہل عرفاں، مقالات اورادبیات کے گُل بوٹوں سے مزین ہیں۔

یہ مجلّہ عزیزی محمد آیت اللہ قادری کی مثبت سوچ وفکر کا آئینہ دار ہے، کبھی ماہنامہ المجیب خانقاہ کا ترجمان ہوا کرتا تھا۔ جس کے صفحات ادب، تاریخ، مذہب، تصوف نیز سوانح کا مرقع ہوا کرتے تھے۔ "دیر آید درست آید" مجموعی طور پر مجلّہ لوح و قلم کا نقش اول صوری اور معنوی حسن کا دلکش مرقع ہے۔

مضامین عمدہ اور میعاری ہیں۔ بالخصوص محمد آیت اللہ قادری کا مضمون پھلواری میں عہد غالب کی اُردو نثر ایک اچھی کوشش ہے۔ اس سلسلہ کو جاری رکھا جائے۔ لمعات میں جن خیالات کا تذکرہ کیا گیا ہے، دراصل اس مجلّہ کی روح ہیں۔

مجلّہ اس مقام سے شائع ہو رہا ہے جو علم و عرفان کا مرکز اور دوسرے علوم کا محور رہا ہے۔ ساتھ ہی تاریخ عظیم آباد میں اس کا علمی، دینی اور سیاسی منفرد مقام رہا ہے۔

میری دُعا ہے کہ اس کا نقش ثانی اور بھی جاذب نظر ہو اور ادبی، علمی، اور خانقاہی حلقوں میں یہ اپنا ایک منفرد مقام حاصل کر سکے۔ میری نیک خواہشات آپ کے ساتھ ہیں۔

فضل اللہ قادری

ریڈر، ڈپارٹمنٹ آف ادویہ، گورنمنٹ طبّی کالج، پٹنہ۔ ۳

محترمی ایڈیٹر صاحب لوح وقلم السلامُ علیکم۔

آپ کے مرسلہ رُسالے دو عدد وصول ہوئے۔ ٹائٹل سادہ مگر خوبصورت ہے۔ آثار علمیہ، گوشۂ اہل عرفان، مقالات، ادبیات وغیرہ کے تحت جو مضامین مندرج ہیں کافی معلوماتی ہیں۔ خدا کرے یہ سہ ماہی سے جلد سے جلد ماہنامہ بن جائے اور آپ کے خوابوں کی تعبیر اور منصوبوں کی تکمیل میں اللہ تعالیٰ آپکی مدد فرمائے۔

وجاہت اللہ خان وجیہی

ایڈیٹر ضیاء وجیہ

مسٹن گنج، رام پور (یوپی)

کوائف وحالات

ادارہ

دارالعلوم مجیبیہ : ۹؍محرم الحرام ۱۴۲۳ھ مطابق ۲۴؍مارچ ۲۰۰۲ء انجمن مصباح الطالبین کے زیر اہتمام ذکر شہادت امام عالی مقام کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جس کی صدارت حضرت الحاج مولانا سید شاہ محمد آیت اللہ قادری صاحب نے فرمائی۔ عزیزم حافظ محمد جمال اکبر یا صدیقی متعلم دارالعلوم ھذا نے تلاوت کلام پاک سے جلسہ کا آغاز کیا۔ اس کے بعد عزیزم حسین بہجت سلمہ نے بارگاہ امام عالی مقامؑ میں سلام پیش کیا۔ پھر عزیزم محمد یاسر عرفات سلمہ نے اپنی مخصوص و مترنم آواز میں منقبت پیش کی۔ اس کے بعد صدر انجمن نے اپنے بیان کا آغاز آیت کریمہ **اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُذْھِبَ عَنْکُمُ الرِّجْسَ اَھْلَ الْبَیْتِ وَیُطَھِّرَکُمْ تَطْھِیْراً**☆ سے کیا۔ صدر محترم نے اپنے بیان کے آغاز میں کہا کہ سیدنا امام عالی مقام علیہ السلام کی عظیم المرتبت شخصیت تاریخ اسلام ہی نہیں بلکہ تاریخ انسانیت کی ایک گراں مایہ متاع عزیز ہے، کیونکہ انہوں نے حق وصداقت کی سربلندی کے لئے ایسی عظیم الشان قربانی پیش کی جس کی تعریف کئے اور جس سے ایک اعلیٰ وارفع سبق حاصل کئے بغیر کوئی نہیں رہ سکتا۔ اسلامی تعلیمات اور حضور اکرم ﷺ کے فیضان نظر کا اس سے بڑا معجزہ کیا ہو سکتا ہے، کہ دوسروں کے لئے جینے کا اصول اور کمزوروں کی امداد کو اپنا مقصد زندگی بنایا جائے۔ پھر اسکی خاطر اپنے محبوب ترین عزیزوں، باوفا ساتھیوں اور خود اپنی جان کی بازی بھی لگانی پڑی تو اس سے گریز نہ کیا جائے۔ صدر محترم نے اپنا بیان جاری رکھتے ہوئے یہ فرمایا کہ سیدنا امام حسین علیہ السلام کی بے لوث شخصیت اس سلسلے میں اپنے اندر بے نظیر مثال رکھتی ہے۔ صدر انجمن نے سیدنا امام حسین علیہ السلام "پیکر شجاعت ومجسمۂ سخاوت" کے عنوان پر جامع اور پُر مغز بیان سے سامعین کو محظوظ کیا۔ بعدہ دعاء پر مجلس کا اختتام ہوا۔

معمولات خانقاہ بماہ صفر المظفر : ۱۶ صفر المظفر عرس حضرت بدرالکاملین فیاض المسلمین امیر شریعت شیخ طریقت مولانا الحاج سید شاہ محمد بدرالدین قادری پھلواروی قدس سرہ العزیز ۱۵ صفر دن گزار کر شب ۱۶ و روز ۱۶ کو قل و مجلس ہوتی ہے۔

۲۹؍صفر المظفر حضرت سیدنا امام ہمام امام حسن مجتبیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا عرس مبارک، ۲۹؍کی شب میں قل و محفل سماع کا اہتمام ہوتا ہے۔

دارالعلوم مجیبیہ پھلواری شریف میں ۵؍ربیع الاول سے ۸؍ربیع الاول تک ششماہی امتحانات ہونگے۔ جناب مولانا خواجہ عبدالباری صاحب استاد مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے زیر نگرانی درجہائے عربی و فارسی اور جناب پروفیسر حافظ فضل کبریا صدیقی صاحب صدر شعبۂ عربی، پٹنہ یونیورسیٹی، پٹنہ کے زیر نگرانی درجات حفظ و قرأت کے امتحانات ہونگے اس کے بعد دارالعلوم مجیبیہ ۱۵؍ربیع الاول تک کے لئے بند کر دیا جائے گا۔

ربیع الاول شریف کے مہینہ میں آستانۂ مجیبیہ پھلواری شریف میں نبی کریم ﷺ کے عرس کی سب سے بڑی تقریب انجام پاتی ہے۔ جس میں ہندوستان کے تقریباً ہر صوبے کے لوگ شریک ہوتے ہیں۔ ۲/ کی شب میں اور ۲/ کے دن میں حسب دستور قل و محفل سماع سے عرس وعید میلاد النبی ﷺ کا آغاز ہوتا ہے۔

آستانۂ مجیبیہ میں مشاغل عرس کی اجمالی صورت یہ ہوتی ہے :۔

(۱) پہلی ربیع الاول سے دس ربیع الاول تک روزانہ ۱۰ روز صبح کی نماز کے بعد تلاوت کلام پاک اور ایصال ثواب۔

(۲) ۱۰/ ربیع الاول کو بعد نماز عشا بیان سیرت النبی ﷺ

(۳) ۱۱/ ربیع الاول کی آخر رات میں ساڑھے تین بجے قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع، پھر اپنے وقت پر نماز فجر با جماعت۔ نماز کے بعد پھر مجلس سماع گیارہ بجے دن تک

(۴) ۱۱/ ربیع الاول کو بعد نماز عشاء بیان سیرت النبی ﷺ۔

(۵) ۱۲/ ربیع الاول کی آخر رات میں ساڑھے تین بجے قل وفاتحہ اور اس کے بعد مجلس سماع نماز فجر سے پہلے تک۔ پھر نماز فجر با جماعت۔ نماز کے بعد پھر مجلس سماع گیارہ بجے دن تک۔

(۶) ۱۲/ ربیع الاول ساڑھے گیارہ بجے دن کو آخری قل وفاتحہ۔

(۷) ۱۲/ ربیع الاول کو بعد نماز ظہر ۳/ بجے موئے مبارک نبی کریم ﷺ کی زیارت تقریباً ڈیڑھ گھنٹے۔

عرس و زیارت کی تمام تقریبات حضرت صاحب سجادۂ خانقاہ مدظلہ العالی کی شرکت و نگرانی میں انجام پاتی ہیں۔

(۸) آثار شریف کی زیارت ختم ہونے کے بعد نماز عصر اور بعد نماز پھر مجلس سماع مغرب سے پہلے تک (اختتامی مجلس)۔

نوٹ :۔ ۱۴/ ربیع الاول کی صبح کو ۷ بجے سے ۱۰ بجے تک خانقاہ کے زنانہ مکان میں مستورات کے لئے بھی آثار شریف کی زیارت کا نظم کیا جاتا ہے۔

۲۷/ ربیع الاول عرس حضرت مصباح الطالبین مولانا سید شاہ علی حبیب نصر قادری پھلواروی قدس سرہ العزیز ۲۶/ دن گزار کر شب ۲۷/ و روز ۲۷/ کو قل و مجلس ہوتی ہے۔

معمولات خانقاہ بماہ ربیع الثانی : ۱۱/ ربیع الثانی عرس حضرت غوث الاعظم محبوب سبحانی قطب ربانی سید محی الدین عبدالقادر جیلانی ۱۱/ کی شب میں اور ۱۱/ کے دن میں قل و محفل سماع کا اہتمام ہوتا ہے اور بعد نماز ظہر زیارت موئے مبارک ہوتی ہے۔ بعد زیارت موئے مبارک حضرت صاحب المقام الاویسیۃ النبویہ مولانا سید شاہ محمد وارث رسولنما قادری بنارسی قدس سرہ کا قل وفاتحہ اور مجلس کا اہتمام ہوتا ہے۔

خانقاہ مجیبیہ کے زیر اہتمام آستانۂ حضرت وارث رسولنما بنارس میں ۱۳/ ربیع الثانی سے ۱۶/ ربیع الثانی تک عرس کا سلسلہ رہتا ہے۔

Md. Sajid

Guruji Dyer's & Printers

29/2, MIAJAN OSTAGAR LANE, GR. FLOOR,
(NEAR DAULAT GARDEN), KOLKATA - 700017
☎ Off : 280-6490 / Resi : 280- 6491
Mobile : 98310-02992
E-mail : gurujidyers@hotmail.com.

Abdul Khalique
Proprietor

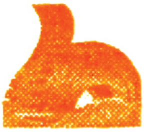

☎ : 344 7453

Phulwari Tyre Service

ALL TYPES OF SECOND HAND TYRE, TUBES &
WHEEL RIM SALES SERVICE & ORDER SUPPLIERS

2, SOUTH TANGRA ROAD, (TOPSIA GATE)
NEAR : 202 & 24 NO BUS STAND,
KOLKATA - 700046

Vol. No. : 1 Sl.No. 2

QUARTERLY

Lauh-O-Qalam

April, May, June - 2002

DARUL ULOOM MOJIBIA KHANQUAH
PHULWARI SHARIF, PATNA - 801505
Phone No. : 0612 - 251572, 250305
Email : al_mujeeb@yahoo.com

شرح اشتہارات

*****	پورا صفحہ	نصف صفحہ
ٹائٹل آخری صفحہ	1000/=	600/=
ٹائٹل کی پشت پر	600/=	400/=
اندرونی صفحہ	500/=	300/=